

Islamic News Paper
CLOTH BACKED PATCHES
(C.R.L.)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جَنْدِ دُلْيَا
فَاضِلٌ دُلْيَا
عَامِرٌ عَثْمَانِيٌّ

تفسیر بن کثیر و فہریج الحجارتی دو اہم پڑاگاموں کے تھے ملکہ فیض القرآن دیوبند کی تیسری مائیانازم پیش کش

جَدِيدِ فُسْبِيْرْخَانَى حَوَامِشُ وَضَافَا

مصنف: شدة المحدثين فخر المفسرين شيخ العلامة حشرت مولانا عبد الحق صبحاني دہلوی

قرآن کی خدمت ایک سعادت ہے۔ اس میں تعاون ہے: انگلی ایمان کی عالمت ہے قرآن مسلمان کی زندگی کا لام، حسنه خیر و بُکت، ساتب بدبُت اور نماز حکماً اس ایمان کا ایک ثبوت ہے۔ جنے محض سلام کی خدمت کا نقصان نظر سے دو جاصلیکیں ایک بڑی ضرورت پر بھل کر نیوں میں نفس کا آپ کیلئے تھا کیا ایسے یقینہ شہو مفہوم عادت-حقائق کے علم قرآنی کا ایسا کامیاب و نادر ذخیرہ ہے جسیں اسیں باع او روا درود تبریح۔ رہایات صحیحہ عصومی الکتب، روایات، ترکیب، شان نزدیک، سنت قدسی و افتخارات اور تبلیغ مسائل ضروریہ بیکاری کرنیتی گے جس کی اس تفسیر میں الغافلین اسلام کے جلا عز اضات پرہمن بنی مکہ میں میں جو ایات چودہ، خارکے ذہنوں کی کچھ جمیعنوں میں بھاگی کرتے ہیں موجود ہیں، جنے اس تفسیر کو عصر حاضر کے درجات سے زیادہ قربیت کرنے اور مامہ مسنون کے لئے اس کو منیدہ بنانے کے لیے سب زیل اضافات بھی کئے ہیں:-

۱۴۔ اس تغیری کی زبان قیمتی جیسی کو وجہ سے طالب سمجھتے ہیں دشواری ہوتی تھی ملیے کافی احتیاط کے ساتھ زبان میں اتنی نزاکت بیداری کو کمی جس کی بارہ رات تغیر نہ کر سکے۔

و سیما پیدا ہوئی تھی جس کی نیز پر اب یقینی نہیں ہے۔ وہ بخش یوگی نیز عنوانات کا اضافہ جس کی وجہ سے مختلف معاہدیں یک دوسرے متاز ہو گئے ہیں (۲)۔ علماء حنفی اور ترمذی سے استاد اور خبریں کی تردیدیں رہنامہ صرف کیا ہے۔ پھر یقینی تھا کہ تین سے کم تا ۴ موجودہ وقت کے تاریخ کا گواہ فتوون کے باطل خیارات کی تردید بھی کردی گئی تھی جو جس کی وجہ سے اب اس تشریفی فاویت بھیں سے بھری ہیں۔ حقیقتی تھی ہے۔ (۳)۔ کیونکہ غرض قائل کیجیش اظہری میں استاد اور نیچہ پرستی کی تردیدی میں سے ان کا مطابعات قرآن کو پھر تاجا گیا۔ بعد یقینی میں ان تمام الطائف و مکات کو اس طرح سمیت لایا گا اب اس تفسیر کے بعد آپ کی اور تفسیر کے ہر ہزار محتاج میں میں میں (۴) علماء دیوبند و عقائی علموم کے ماہرین کی اچھی تحقیقات کے ساتھ ساتھ مولانا آزاد و دو رہاضر کے ان کامیاب فتنیں کی تحقیقات کے جا بجا خلاستے۔ نیز فخر انتقی اور طلطلبی کے، یعنی زان بخناقات اس طرح سمجھتے ہیں لے گئے کہ بسا پہ کوئی تفسیروں کی طور پر جدوجہد کا اعلان اور شرمندی کے معلمہ میں گھسنے۔

رُوگرِام | مکن تفریح خانی ۳۵ جزوں میں شانع کی جائے گی۔ ہر ہجز کی سفحت و سطایک و صفحات ہو گی جو سہراہ ایسا کچھ بھی سکھ جائے گی۔

پکر سرا ساز ۲۰۲۰ کا نئے عدالتی مصروفیتیں، کتابت معاشری ملکیت و نسبتیں، حدیثی تجزیہ کی بھی پیش پیشے علاوہ داٹ کچ ہو گا اور رعایت صرف ممبران کے لئے مخصوص ہے، عام حدیث دوڑ دیجئے جو ہر جو گہر۔ س سلسلی دامی شرکت کیلئے یہ رپورٹ پر دیجئے جائیں آئندہ روانہ فراہم ممبران جائیں نہیں اسی خدمت میں ہر ماہ پر تین پیغاماتیں کا ایک یک جزو مدد ادا کیجیں۔ پہلے دو پیغامات میں ایک سال کیا جاتا ہے، لیکن اگر آپ پانچ دوست میں کوہن جز کے سرماہے پانچ نئے بھجو گا اس طبق فرائیں تو عاریتی دی پی مدد ادا کیجیں۔ آئندہ پیغام اسی سلسلے کی ایک رسالہ ہو گی:

آپ پر ناصون معاون کا منتظرِ مکتب فضیل الفتن آن دیوبند ضماع سہیل ایوپی

قابل مطالعہ کتابیں

مسلمان حور علی تصنیف المعرفۃ المسماۃ کا اور وترجمہ مولانا زید الکلام آزاد کے فہمہ سے۔ مقدمہ بھی مولانا آزاد ہی کا ہے۔ قیمت مجلد چار روپے۔

تذکرۃ الرشید امشور تذکرہ جنین کے صرف حالات ہی نہیں بلکہ علمی و ترقی مطالعہ پر عمل خطوط بھی ہیں خطوط کی اپری علم و تفاسیر کے میں یوں کا تجھیہ ہے۔ بروڈ فلم لکھنی تجلد۔ قیمت ساٹھ ۱۰ روپے (محلہ دش رہیے)۔

صحابیت ان برگزیدہ خواتین کے حالات جنہوں نے اللہ کا آخری رسول کو اپنی آنکھوں سے دیکھا قیمت چھ روپے۔

ہندی سکھنے کے لئے تین کامیاب کتابیں

ہندی اسٹر	قیمت صرف چار آنے
ہندی اردو اسٹر	قیمت جلد ساٹھ تین روپے
ہندی اردو اونیت	» ساٹھ تین روپے

اساسین کی تعمیر امشور کتاب جو دن بیان دی اسکو پر ایمان افسوس و تفصیلات پیش کرتی ہے۔

قیمت غلبد ساٹھ تین روپے۔

حضرت ابو بکر صدیق کے سرکاری خطوط

خیلہ اول کے سرکاری خطوط کا پرجم مجموعہ پسلی بازیور طباعت سے آمد استہ ہوا ہے۔ بیحد عرق بری اور تلاش و تحقیق کے بعد جمع کیا ہے۔ قیمت مجلد پانچ روپے۔

حضرت فاروق اعظم کے سرکاری خطوط

اسلام ہی کے نہیں تمام دنیا کے بہترین سرکار اور بنی نظیر حکمران عمر فاروقؓ کے ۳۲ خطوط کا اردو و خریزہ۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

کتاب زندگی امام بخاری کی الادب المفرد کا اردو ترجمہ بہرین اخلاقی تعلیمات پر مشتمل احادیث کا مفید دریں مجموعہ جس کے جامع امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ قیمت مجلد اٹھ روپے۔

امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی اکتا بہ لائی مطالعہ ہے۔ ذہافت دذکارات کے سنبھالے حضرت امام عظیمؓ کی سیاسی زندگی کے حالات مولانا مناظر حسن گیلانیؓ کے کوہرہ پر فلم سے۔ پانچ روپے زائد صفحات۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

امام ابن تیمیہ میرکتاب ادارہ کتاب۔ امام اعداء شیعہ اللہ اسلام امام ابن تیمیہ کے علم فضل، عزیزیت و حیثیت اور مجدد اذ کار ناموں کا سیرہ جملہ تذکرہ۔ جس پر باعچ منصب کے تخلی میں تبصرہ ہوا ہے۔ قیمت مجلد دش روپے (محلہ دش عظیم نامی تجسس) اسرا۔ اکبر شاہ شخصیت اندیشیں خیم جلد وں میں مکمل امشور زماں تاریخ تعارف کی تھاج ہیں۔ پاکستان میں عمارہ کاغذ اور روشن طباعت و کتابت کے ساتھ چھپی ہے۔ فی سری مکمل رجہ تذکرہ مجدد الف ثانی امام ریاضی حضرت فیروز فتحی تذکرہ مجدد الف ثانی ایضاً تعلیم بہرین تلقانہ اور سیر شامل مقالات کا بیش بہا مجموعہ۔ اس کتاب کا نام پڑھنا اپنی زریعنی تاریخ کے ایک اہم باب کے ناو افغان رہنمائی چہ بہت بڑی خود ہی ہے۔ قیمت مجلد چار روپے۔

سفیحتہ الاولیاء اصحابہ، ائمۃ، ائمۃ اولیاء، اولیاء، ازاد راجح ایضاً اور اسلام کی مشہور نیک خواتین کے حالات درج ہیں۔ قیمت چھ روپے بارہ آنے۔

خاصہ ان خدا کی خوازہ۔ اللہ کے آخری پیغمبر اور ائمہ صاحب ہی اور دیگر نزرگان دین کی طرح نماز پڑھتے تھے ۱۹ اسکی تفصیل آپکی نازدیں کو

مذکورہ

مولانا آزاد کی شہرہ آفاق کتاب۔ جوان کی نام
ہی تصنیفات میں مقبولت کے اعتبار سے متاز مقام
رکھتی ہے۔ قیمت مجلد سات روپے۔

تجھی کے دو اہم نمبر ستر

خاص نمبر - - - - - - - - - - - - - -
خواست نمبر - - - - - - - - - - - - - -
ٹریڑہ روپیہ - - - - - - - - - - - - - -
ایک روپیہ - - - - - - - - - - - - - -

معروف منسکر | ایز - نیمس صد لیکی -

تعلق سے دین دا لش کی لفظ کو دل پذیر ہوئے -
قیمت تحریک دین روپے

مناجات مقبول

مولانا اشرف علی کامر تربیت فرمودہ مقبول ترین مجموع
دعا و مناجات۔ مولانا عبد الماجد ریاضی سکریج رو
شہرہ کے ساتھ۔ قیمت مجلد روپے۔

یہاں "چراغ راہ" کے اسلامی قانون نمبر - (دو نیمس
جندر خاص نمبر)۔ اظریہ پاکستان نمبر - (دو نیمس
نیچے روپے)۔ اتنا میر شلیعہ - (دو روپیہ)۔ مالک احمد شاہ
صفحات ۲۵۰۔ قیمت ڈھانی روپے۔

القاموس الجدید | اردو سے عربی بنانے کیلئے

ایک جدید لغت جو افادات
میں بیان پڑی ہے۔ مزارات و الفاظ ادا نہ روزگار کے حوالہ
خوب اصلی صور، وغیرہ۔ قیمت مجلد سات روپے

مکتوپات خواجه معصوم سرہندی

حضرت بدرالصف نانی کے صاحبزادے اور ان کی دوست علماء
عنوان کے ایں حضرت خواجه سرسندی کے ان گرانیاں
خطور کام جو ۱۰۰ دن شرعاً تقدیمه معرفت۔ اور
عقول صور کا مجیدہ ہیں۔ قیمت جاری چار روپے۔

نهایج العبادین (اردو)

یام عزالی کی سب سے آخری تصنیف جو آپ کی پوری
زندگی کی تعلیمات و ارشادات کا خلاصہ اور فتن تقویت
کا پخڑا ہے۔ قیمت مجلد چھ روپیہ۔

بدعت کیا ہے؟

بدعت۔ کرد اور توحید و مست کے اثبات
میں ایک بہترین کتاب۔
قیمت مجلد دین روپے

آثارِ امام

(۱) اعظم ابوحنیفہ رح کے بعض افاضاتِ عالمہ
جمیلی تی تربیت اور شخص کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے
قیمت مجلد ڈھانی روپے

شمارہ نمبر (جلد نمبر ستر)

ہر انگریزی چینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔
سالانہ قیمت چھروپے۔ فی پرچہ ۵۰ نئے پیسے
غیر والک۔ سے سالانہ قیمت ۵ اشناک شکل پوشل آرڈر

دیوبند
ماہنامہ

فہرست مضمومین مطابق ماہ جون ۱۹۷۶ء

۱	آغازِ سخن
۲	فقد و احتساب
۳	رویتِ ہلال
۴	مسلم فہمی آرڈنینس پر علائے کرم کا تمصیح
۵	ڈیڑھ لامکہ اندازوں کا حسین قاتل
۶	مسجدِ عیناز تک

اگر اس مذکورے میں سترخ نشان ہے تو بھیجیے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری تھی تھے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ اگر آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تو بھی اطلاق دیں۔ خاموشی کی خصوصیت میں اگلا پرچہ دی پی سے ٹھیجا جائے گا جیسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا۔ روپی پی چھروپے کا انتہائے پیسے کا ہو گا۔

منی آرڈر بھیج کر آپ دی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔ پاکستانی حصہ پرچہ بھی جو کسی نہیں آرڈر اور اپنا نام مکمل پرہیز ہے میں بھی سال جاری ہو جائیں گا۔

ترسلیں زر اور خط و ثابت کا پتہ مددیں پاکستان پاکستانی پتہ کتبہ عثمانیہ ۲۲۸ مینا بازار
دفتر تحریکی دیوبند ضلع سہارنپور (بیوپی) نیشنل دیوبند پیر احمد خیش کا لوٹی کراچی پاکستان

عامر عثمانی پر نظر پاشنے "کوہ نوس" پریس دہلی سے چھپوا کر اپنے دفتر تحریکی دیوبند سے شائع کیا

تپش سے جن کی جلاشیم وہ بجلیاں خانہ زاد نکلیں تب، ہی آشیان سے پہلے وہ تختیں کے خار و خس میں

آغا سعید

- فرمایا گردہ مسلمانوں کی شکایات یہ کہ بارگاہ حکومت میں جائے تو حکومت اسی صورت میں اس کی اہمیت حسوس کرنے کی ہے جب کہ یہ بھی اسے یقین ہو کہ یہ داعیۃ مسلمانوں کا نمائی ہے۔ اگر نمائی ہی بھی شکوہ ہو تو پھر کیا تو قع ہو سکتی ہے کہ شکایتوں کو خور سے سناجائے گا اور ان کے اذانے کی کوشش کی جائے گی۔

بریلوی اور دیوبندی مکاتب فکر کا اختلاف معاجم و معروف ہے۔ یہ اختلاف اگر اخلاق و شرافت کی حدود میں رہتا تو بات زیادہ نہ بگرتی، لیکن بریلوی مکتب نگر کے متعدد حضرات نے ان حدود کو پامال کر دیں گوئی کسر ہیں جھپوڑی، جنی کہ دیوبندی مکتب نگر والوں کو "کافر" بناؤالا۔ یہ کافر ساز اپنے آپ کو جنہیں کہتے ہیں۔ الٰہ عنفی کا ذہن یہ رہا ہے کہ کسی بھی اہل قبلہ کو کافر کرنے کے لئے تاریخ نہ تھے اور جنفی علماء کا النظر یہ ہے کہ شخص کسی کافر از یا امشرا کا نہ عقیدے میں بدلنا ہو گرام کی تاویل کرنا ہوا اور مسلمان ہونے کا درجی ہو لے سے بھی ہم معتقد اسلام سے خارج قرار دیتے میں جلد بازی نہیں کریں گے۔

یعنی حفیت کے دعویدار بریلویوں نے ان دیوبندیوں کو کافر کرنے میں باک حسوس نہیں کیا جن کے عقائد کو کفر و مشرک سے نسبت اتفاہ کے سواؤں واسطہ نہ تھا۔ جمعیۃ العلماء ہنہ صرف دیوبندیوں کی جماعت نہیں۔ اس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل ہیں لیکن اس کے صدر اور سکریٹری جو کہ ایسے ہی لوگ ہے میں جھیں قبوری شریعت اور راگ رنگ کی مخلوقوں سے

اختلاف خیال اگر ملت، اخلاص، شرافت اور احسان زندگانی کی حدود میں رہے تو شدت و دست کے آخری مرحلہ ہی فسیلیں کو انسانیت کے جذبے سے باہر نہیں کرتا، لیکن جب ان حدود کو پھلانگ جائے تو پھر اس کی گوکھ سے بڑی تباہی اولاد جنم لسی ہے یہ فقرے اس وقت اس لئے توک قلم سراگے ہیں کہ مولانا حافظ الرحمن کی ایک حالیہ تقریر کے ایک جزئے دل بر جنگ سا چلادیا ہے تبھی میں تقریر کر تجویز مولانا نے ٹھرے درد مندانہ طریق پر برادر ان اسلام کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے۔ ان کی تقریر میں سور و گدا نہ ہے۔ تریپ ہے۔ دلنشی ہے۔ جلپور کی تیامت صغری کے صدد ہے۔ سے ان کے قلب دریاچے حسین و ملال کی آما جھاہ بنتے ہیں۔ وہ بڑی جرأت میں کے ساتھ برادر ان اسلام کو پکار رہے ہیں کہ لے ایک ہی سیچ کے منتشردا فو! بر بادی اور موٹ بھرپارے دروانے پر دستک دے رہی ہے۔ جینا سے تو سنبھلو اور کاغذ سے کاندھا لا کر بیوت دو کر تم جیتے کے حقدار ہو۔

تقریر نقل کرنی مقصود نہیں یہ کافی طویل ہے، اور اس کے فقط الفاظ میں ایک درد من دل کی پکار، ایک ٹکسازہ ہیں کی تریپ اور ایک بے چین روح کی تربیاد گوچ رہی ہے مقصود اس کے اس جن کا تذکرہ ہے جس میں مولانا نے المناک حقيقة و اشکاف کی ہے کہ بریلوی فرقے کی ستم طرفیاں بھارت کی پوری ہی بہت اسلامیہ کے لئے اس قدر تباہ کن بھی ہوئی ہیں۔

لکھی بات چہ کہ مسلمانوں کا کوئی بھی نمائندہ۔

گردد تو تھیں کافر ہتھیے۔
لیکن بریلوی حضرات اگر واقعہ اپنے حلقو سے بہر
والوں پر کفر کا فتویٰ جڑتے ہوں۔ جیسا کہ واقعہ ہے۔ تو
قیادتی بات کی جاسکتی ہے جس کا مولانا حفظ الرحمن نے ذکر
کیا ہے۔

اور لطف دیکھتے ہوں انا حفظ الرحمن بھی بریلوی حضرات
کی نظر میں وہابی ہیں اور فتویٰ کفر کا ویسا ہی فشانہ جیسا کہہ شما۔
مگر قلم و کاغذوں کی دعوت طوفانی کا اعلان ہے اس کا اندازہ
اسی ایک بات سے کیجئے کہ مولانا حفظ الرحمن نے ذکرہ فتویٰ
ارشاد کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی نشر کیا۔

”سُنِّی جمیعۃ العلَماء مُتشریفین لے جائے تو ہدیٰ طریقی اس سما
سے اس کو بھی بھی جواب دیں گے۔“

سب جانتے ہیں کہ عجم وہابی بھی بریلویوں کو کافر
نہیں کہتے بھر کیسے مکن ہے کہ سُنِّی جمیعۃ العلَماء سے کوئی وزیر
یہ کہہ سکے کہ تم کہاں سے مسلمان ہو تھیں تو وہابی لوگ کافر ہتھیے
ہیں۔ لیکن یہ مولانا حفظ الرحمن۔ یعنی ایک وہابی کے وہیں
کی فراخی خواہیں اتحادی گھبرائی، رداداری اور سیاستی کی تین
دلیل ہے کہ وہ بطور دلداری اُس جرم میں خود کو بھی شریک
مانے لے رہا ہے جس سے ان کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ثابت
نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا حفظ الرحمن نے بھی بریلویوں کے کفر
کا فتویٰ صادر کیا ہوا اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق
ہے وہ تو کیا کوئی بھی وہ عالم جسے بریلوی حضرات وہابی کا
لقب دیتے ہیں یہ نہیں کہتا کہ بریلوی کافر ہیں۔ اگر ان کے
بعض اعمال و عقاید کو مشترکاً نہ کہا جاتا ہے تو وہ بھی ایسا
ہی ہے جیسے اللہ کے رسول گنے ترک صلحۃ، حوری، زنا
و غیرہ کو کاران افعال کہا ہے۔ یہ بلاشبہ اسی طرح کا انسان
اعمال ہیں جس طرح بریلویوں کے بعض اعمال و عقاید مشترکاً ہیں
لیکن کسی بھی تاریک صلحۃ اور ساری دنیا کے کافر ہونے کا
فتاویٰ ملتے اسلام صادر نہیں کرتے مگر اسے ملت اسلام کے
خارج گردانے ہیں۔ اسی طرح بریلویوں کو بھی کافر کی نہیں کیا
اور یقیناً وہ ملت اسلامیہ ہی کے افراد ہیں۔

کوئی واسطہ نہ تھا اس لئے بریلویوں نے اس سہر دو قرار دیکھ
اپنی الگ جماعت سُنِّی جمیعۃ العلَماء کے نام سے ٹھہری کی۔

یہ حرکت اگر سجدہ فکری کے دائرے میں رہتی تب بھی بھر کی
جا سکتی، لیکن ملت اسلام و شرافت کے دائرے میں رہنا تو غلو
کیش بریلویوں نے سیکھا ہی نہیں۔ اپنے حلقو سے باہر کے
مسلمانوں کو کافر بناتے بغیر ان کا لیکھ ٹھہٹا نہیں ہوتا اس
اس کا دادہ ہو ناک تیجہ دیکھتے جس کا مولانا حفظ الرحمن نے
ٹھہٹے درود اضطراب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

”آج یہ عالم ہے کہ اگر ہم مسلمانوں کا کوئی معاملہ کر

وزیر عظم نہ رہے یا اور اسٹلچ ہاں کے پاس جائیں اور

یہ نہیں کہ ہم جمیعۃ العلَماء مکار اکیں ہیں تو ہذا ب

لے گا کہ صاحب آپ کہاں سے مسلمان ہوتے جب کہ

سُنِّی جمیعۃ العلَماء آپ کو کافر قرار دیتی ہے۔“

اندازہ کیجئے کہس تھا انگاری کے ساتھ مسلمانوں کے

معاملات پر اوس ڈال دی گئی اور ستم طرفی کی کسی کلی ان کے

حقوق پر اس لئے گردی گئی کہ بریلوی فرقے نے اس کا
موقع فراہم کیا تھا۔

اگر اس فرقے نے تکفیر کا بچکا رکھیں تو کھیلا ہوتا تو کوئی نہیں
کو تسویہ کا یہ موقع کوئی حصہ نہ پوتا۔ بڑے درج کا مقام ہے کہ
بریلوی حضرات آج بھی اپنی کفر سازیوں اور پست قسم کی اختلاف
آنٹیوں سے دست بردار نہیں ہو سکے ہیں جب کہ مہندس اسلام
کار یوتام ہی ملت اسلامیہ کو نکلنے کے لئے دہن آنکھوں چکا
ہے اور مسلمانوں کے ہو سے ہندوستان کی تاریخ آزادی کا
ایک نیا باب لکھا جا رہا ہے۔

تفسیر اختلاف پر احتراض نہیں۔ اختلاف ہائے تو
چاند سورج کی طرح سدا بہار حقیقت ہے۔ علمی و فکری معلمات
میں بخشی ہوں اور خود ہوں۔ ہر فرقی اپنے دلائل پیش
کر سکا ہے اور ضرور کرتا رہے۔ ان اختلافات کی بناء پر کوئی
غیر مسلم یہ جو اس نہیں کر سکتا کہ اگر کوئی بریلوی یا دیوبندی
لیڈر اس کے آئے مسلمانوں کی کوئی شکایت پیش کرے تو وہ
دانست نکال کے کہہ سکے کہ عم مسلمان کہاں ہو۔ مسلمانوں کا افلان

تاجم الامر جمیں سے کسی نئے تکفیر کا خلوکیا ہی ہے تو وہ وہ کا ذاتی فعل ہو سکتا ہے اور اس کی لفوت میں کوئی کتاب نہیں۔ دیوبندی اور اہل حدیث دینہ دار ان طور پر بھی بھی بڑی دلیل کو کافر نہیں کہتے۔ زیادہ گفتگو کا موقع نہیں۔ عالمِ خامسہ فرمائی رہے کہ ہم مسلمانوں کے تمام فرقوں کو واضح کی مکروہ صور تو پر خاک ڈال کر اس اپنے گرد ہی اختلافات کا حصہ اپنے ایسا بنا لیتا چاہیے کہ ہم رب کے مشترکہ مفادات اس سے محروم نہ ہوں۔ جن پرہیزیوں میں بھارتی مسلمان بنتا ہیں وہ بابی غیر بابی سب پر حادی ہیں۔ عزت کی پرمامن زندگی سب کو درکار ہے۔ فرقہ پرست عناصر پیغمبری کو کسی تحریک نہیں چھوڑتے کہ نہایت دیوبندی میں گے پا بر بلوی۔ وہ تو صرف مسلمان اور غیر مسلمان دیکھتے ہیں۔ انہیں تو آدمتی چھوڑتے چڑھے۔ ان کی درست بر سے اپنے جان دمال کا تحفظ کرنا ہے تو تکفیر اور عناصر آمیز اخلاقی فاسد کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے دلوں ہی زندگیوں کو حلمِ دنیا سنت۔ سے کام لینا ہو کا نکری اخلاقی فاسد، دلیل سے دلیل کو کجا طبق چاہے۔ سے باہر سرت ہو امن افراد کی آنیاری مت کرو۔ کیونے اور بغرض سے لیوں کو بخواہ۔ عزت کی پرمامن زندگی کے لئے اپنے دستوری احترم سے لئے۔ ڈاکوں اور قاتلوں سے تنقیط کے لئے ہمیں تحریک ہونا ہے۔ ایک دوسرا سے سے پا کر نہیں۔ ظالموں کو انصاف اور حیوانوں کو انسانیت کا سبق دیں۔ مگر یہ جسمی ہو گا جب ہم خود بھی ضعیف، اور انسانیت کی بخش بھائیں عنقریب چشم کرنیش متعقد ہوئے والا ہے اس کی کامیابی کا مدار ہی چاری صلاحیت استوار ہے۔ اخلاقی مسائل میں کس نے زیادتی کی اے۔ کون شریف ثابت ہوا یہ بھول جائیے۔ مجھوں چاہیے کہ کون وہاں ہے اور کون ہر بلوی۔ تم سب اس وقت اس دور اسی پر بھڑکتے ہیں جہاں سے ایک راستہ تباہی کا حل کی طرف جاتا ہے اور دوسرا اضلاع و صلامتی کی سمت۔ ماحول کی قابوں طاقتیں ہیں، پہلے راستے پر دھکیل رہی ہیں۔ ہمارے پر بھکڑ پکھے ہیں۔ وہ قبول پائے منور ہے۔ جسے ہمیں جھوپ نہیں سہارہ دئے رکھا تھا۔ وقت مدت

لرع میں ہے اور جا رہا نہ دار و گیر کی شدت فردوں سے فرزدی تر ہوتی جا رہی ہے۔ اب الگ کوئی پیغماں کام اسکتی ہے تو وہ ہے ہمارا باتی اتحاد اور تبااط۔ ہماری مشترکہ پامردی۔ یکت ہوتی تعاون۔ الگ اب بھی ہم اتفاق کے راگ لاتے ہے میں تو کوئی معجزہ ہیں نہ بچا کے کا اور یہ ملت بھی کو مظلومیت کی موت ہمارے لئے جنت کے دروازے کھول دے گی۔ بہتر نہیں ہے کہ بارگاہ خداوندی میں ہم خود کشی کے مجرم قرار دیتے جائیں۔ ہم اپنے قاتل ہیں اُن محتلوں کے قاتل ہیں جو اس لئے مارے جائیں۔ گئے رجن لوگوں کو قیادت کی صلیحتیں اللہ نے دی چھیز وہ نازک وقت یہی ہے جس ہو کر مطہر ہو ہے اُس کفوار تداد کے بھی ذمہ دار ہیں جو اس لئے چھیل لے ہے اور بھلے گا کہ ہم نے اُس ماحول کو بدلنے کی حقیقی خداو چید نہیں کی جس میں مسلمان بن کر ہیا منشکل ہو گی تھا۔ لکھ مراعی و کلکم مسئولی۔

یہ سطور کسی کی دل آزاری سکتے ہیں لکھی گئیں۔ کسی کی دل آزاری ہوتی ہو تو وہ رقم الحروف کو دلتا گالباں دے لے گمراں بھر جی اور بخ غافت پر ضرور توجہ کرے جو وقت کا سب سے اہم سوال بن کر صاری احترم سلمہ پر دامت پسیں رہی ہے۔

اپیوں کے کرم

کیوں برق دشرا ہیر نشیخوں کو حلاجیں
شکوں میں ہے خود برق چون زاد کا عالم

جماعتِ اسلامی کے بارے میں سوریطن، کرویت اور غیر متوازن خیالات رکھنے والے پہلے بھی بہت تھا اور آج بھی بہت ہیں۔ جماعتِ اسلامی تو کس شمار میں ہے خود اسلام اور دین و شریعت کے متعلق مرتا سرخرا اسلامی تصویر رکھنے والوں کی بھی مسلمانوں میں کمی ہیں، لیکن قوموں کی زندگی میں بعض ایسے نازک مرافق بھی آتے ہیں جب کسی

افسوس ناک ہو گا جائیں؟ اگر بھوکا تو ہمیں کہنے دیجئے کہ اخراج دینہ (دیجور) اور روز نامہ الجمیعہ (دری) نے کسی ریاض الرحمن شروع انی محت کا ایک لاطائل مراسلہ شائع کر کے اسی افسوس انک عمل کا مقابلاً ہو گیا ہے۔ شکایت شروع انی صاحب کی نہیں کہ فریض اور ہر سلسلہ پنجے کے لوگ دنیا میں پڑے ہی رہتے ہیں، لیکن شکایت اُس "ردیث" کی ہے جو ان دنوں باہمی اتحاد و تعاون کی نیکی خواہشات کے انتہاء میں پیش ہیں رہا ہے اور اس سے بھی پڑھو کہ شکایت اُس الجمیعہ کی ہے جو جمیع العالما کا اگر گئے اس سے نجات کی کس شوق میں اسے وہی کو نہیں طور پر نقل کیا ہے۔ حالانکہ جمیع العلماء کے جملہ مکری طریقہ جانب مولانا حافظ الرحمن صاحب کی عالیہ تقریری شاہد ہیں کہ عزت کی پر امن زندگی اور دستوری حقوق کے تحفظ کا مشترک مقصد، حصل کرنے کی خاطر وہ مسلمانوں کے ہرگزروہ ہر طبقہ کو اتحاد و تعاون کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور مسلم کو نیشن کا اتفاقاً بھی جمیع العالما ہی کے زیر انتظام ہونے والا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اخبار جمیعہ اس مراسلہ کو نہیں طور پر نقل کرتا ہے جس میں نہایت دل آزاد اور بے تہ منطبق نے ذریعہ بانی ہمی اتحاد و تعاون کی مسامی کوتار پیڑو کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہندستان کی ایک بڑی جماعت۔ جماعت اسلامی کے خلاف زیر اعلیٰ ہوتے اتحاد و تعاون کے خالی کو ناجمودہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسا مراسلہ کو اہمیت دینا صلحی جوئی اور خواہش اتحاد کی اسپرٹ کے صریحی خلاف ہے۔ جمیع العالما کے خیالات میں حالات میں جماعت اسلامی کے باشے میں کچھ بھی ہوں، لیکن جس صورت میں کوئی مشترک مقاصد کی خاطر اتفاق و تعاون کو امر ضروری مان لیا گیا ہے تو اس طرح کے مراحلوں کی بہت افزائی ملتات داشت مندرجی اور نیک بھی کے تفاصیل پر سے نہیں کرنی۔ یہ تو متوّقع یک جتنی کے نئے بڑی بُری فنا ہے۔

شروع انی صاحب کے خیالات اگر کارکنان الجمیعہ کے نزدیک وقوع بھی تھے تو دُو باتیں پھر بھی لحوظہ رکھنی ضروری

مشترک مقاصد کے حصول اور کسی ہمہ گیر آفت کے استعمال کی خاطر تمام افراد کو اپنے اپنے اختلافی خیالات تہہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور کامیابی سے کامیابی مل اکر ایک ہی رُخ پر جلتا پڑتا ہے۔ ہم اماں کی میلاب کا منتظر ہیں نے دیکھکوہ خوب جانتا ہے کہ طوفان میں گھرنے کے بعد درندے اور زہر میلے جاؤ تو ناک اپنی عام عادت و خصلت پر قائم نہیں رہتے۔ بھیڑ بارکری پر حمل نہیں کرتا۔ شیر اس ان پر جست نہیں لگتا۔ ملاب پتک اپنے قریب کے آدمی کو نہیں ڈستتا۔ اسی سوسن بونا ہے جیسے ان رکے دریا میں ایک خاموش سمجھوتا ہو گیا ہو کہ اس آفت ناگہان سے عوہدہ برآ ہونے تک تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں۔

کیا امرب مسلمہ کے جان و مال پر قیامتیق رہنے والے آن گذت شادات اور پھر دھیر پر دشمن کی حالیہ قیامت صغری اور وہ تمام بیاسی دسماجی حال جو سیاہ بادل بن کر مسلمانوں کی فضائے حیات پر جھک پوکے ہیں ایسے نہیں ہیں کہ دھیں ایک میلاب بلاست شیبیدی جاتے اور تمام مسلمان اپنے اپنے اختلافی تباہات سے بالا تر پر کر تین درجہ مداروں کا مقابلہ کرنے میں مجت جائیں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اس شیبیدی پر سہند و ستانی مسلمانوں کا سوا داعظم متفق ہو چکا ہے اور اسی لئے جمیعہ علمائے ہند نے اپنی الیائے اصحاب کو جمع کر کے مشترک خورو دشکر کا پروگرام بنایا ہے۔ دوسری مسلمان جماعتیں اور اصحاب حل و عقد بھی اس اقدام کے موید ہیں اور تو قعہ ہے کہ اگر کسی آفت ناگہان سے راستہ نہ رکا تو اشتار اللہ و سلط جوں میں مسلم کو نیشن کا اتفاقاً ہو جائے گا۔

ایسے تاریک اور تاریخی مرحلہ پر اگر امرب مسلمی کا کوئی فرد اتحاد و تعاون کے خلاف فضا پیدا کر سکی تو شش کرنے لئے اور اسی بھیں اٹھائے جس سے اختلافات کو شرطے اور ایک پیٹھ فارم پر جمع ہو کر مشترک مقاصد حاصل کرنے کے داعیے پر محلی گرسے تو بتائیے یہ انتہائی

ہو جائیں، مل کر حب و جہد کریں اور نظریاتی اخلاقیات کو افراق و شفاق پر توجہ نہ ہونے دیں تو اس نسبت کو بھی مرا اسلوب کا سنبھال کر الگ کر دیا ہے۔

"اس لی مثال تو ایسی ہے کہ کسی طرف سے یہ آوار بلند کی جانبے کر ملک کی خلاف و ہمود کے لئے کانگریس کو جن سنگھ سے تعاون کرنا چاہتے۔ حالانکہ جن سنگھ جس چیز میں ملک کی خلاف رہ چکا ہے وہ بنیاد طور پر کانگریس کے اصول و فلسفیات کے خلاف ہے اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے لہ قسم وطن سے پہلے مسلم لیگ کے قائدین مسلمانوں کے مقاومی حفاظت کے نام پر مسلمانوں کو لیگ کے پرچم کے نیچے جمع ہوئے کی درجوت دیتے تھے، لیکن وہ جس چیز میں مسلمانوں کا مفاد پیکھتے تھے ہمارے قائد یا کوئی دیگر ان کے لئے سب سے بڑا خطرہ تھا۔ اس صورت میں ہم مسلم لیگ سے کیسے تعاون کر سکتے تھے؟"

اس کلام بمعیق میں دو مشاہدیں دی گئی ہیں اور دو نوں ہی طبع و سچ کا شکار ہیں۔ پہلی مثال میں جماعت اسلامی کو جن سنگھ کے مقابلہ پر جھایا گیا اور دوسرا میں اس مسلم لیگ سے مشابہت دی گئی جس کا ہم ہی آج کے ہندوستان میں فرقہ پیرستی کا ہم معنی ہے۔ یہ تحریک تازیاں کی راہ لالیا جھلکتے ہے کی طرف سے ہیں ہیں۔ ریاض الرحمن کی طرف سے ہیں اور اس جماعت مسلم ترکیتی ہیں جو اس سے زیادہ کسی بات کی جوہ نہیں کہ وہ اسی قرآن و سنت کے فیصلوں کو قاضی اور حروف آخر مانندی کی بھی سچے جوں کے برحق اور صادق و مستند ہوئے پر خود ریاض الرحمن صاحب کا ایمان ہے۔

یہ اس مسلم لیگ فضل بصیر کرنا ہیں چاہتے۔ اس کے مطالب بھی بھی ہیں اور دل آزادار بھی۔ ہمیں اس وقت صرف ایک اہم تھکتی کی نشاندہی کرنی ہے۔ وہ یہ کہ موجودہ حالات میں ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ ہندوستان کے لئے سکول ازم سے بہتر کوئی دستور نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دین و مذہب سے بیزاری بھی سکول ازم کا (بقیہ صفحہ ۶۵)

ہے۔ لیکن یہ کہ ان خیالات کی لشکر و شاہقت کے لئے موجودہ وقت کہاں تک محدود و متناہی ہے۔ وہ سری یہ کہ اطہار کا جو اسلوب اور لب و ایجاد اختیار کیا گیا ہے وہ اخلاص در وحدت اور علمی تہانت کے تقاضے کس حد تک پورے کرتا ہے۔ یہ مجھے ہیں کہ نہ تو وقت ہی اس کے مناسب تھا انہا اسلوب اور لب و ایجاد پیشی شایان شان ہے۔ بلکہ خطاط معااف اس میں تو ایسا بے رحم استغفار ایسا کھڑا پین ایسا کبر و آذما پایا جاتا ہے کہ اپنے سوئی بھائی چارہ "محبت" پیار، بیگانگت، اور انس و مردست کی پرچھا بکیں تک نہیں پڑی۔ مثال کے طور پر وہ فرماتے ہیں:- "میں بھتھا ہوں کہ دونوں جماعتوں دی جماعت اسلامی اور جمیعت العلما (کا) تعاون نہ ممکن ہے اور نہ کسی درجے میں ہمیں مسلمانوں کے لئے مخفی اور پسندیدہ ہو سکتے ہے۔"

کس قدر زہر بھرا ہے ان نقویں میں!۔ امریت ملکہ پر آفت دا بتلر کا یہ نامہ اگر دوڑ اور اس میں یا اس فرقہ کو ہوا دیتے والی یہ زبان!۔ فرقہ و تھاق کو دا کم و قائم رکھنے والے آخری ممکن الفاظ اسلامی نگار نے پروردگم کر دیے ہیں۔ اور دیل کیا ہے۔ یہ بھی ہم لیجئے۔ دو عویی بلکہ فیصلہ کریتے ہیں کہ جماعت اسلامی فضطائیت کی علیہ ردا دیتے۔ اس کا موقف بالکل راستہ بیرون سنگھ صبیلے ہے۔ فرقہ صرف اتنا ہے کہ سیوک سنگھ کو سملی امیازا نے فرطان بنا یا اور جماعت اسلامی کو دین و مذہب کے جزو نے۔ فرقہ داریت میں دونوں کیساں ہیں۔ ہندوستان میں چونکہ سیکولر ازم ہی بہترین نظام ہے اور جمیعت العلما کو کوئی ازم ہی کی موید ہے اس لئے اس کا اور جماعت اسلامی کا اتحاد نہ ممکن ہے نہ ممکن دی پسندیدہ۔

اب ذرا ساتھ یہ لگا رہ گیا تھا کہ جلو نظریاتی اخلاق کتنا ہی وسیع ہی، لیکن جس عذاب میں مسلمان ہونے کے ناطے دونوں ہی کیساں جتنا ہیں اس کو دوڑ کرنے اور اُن دستوری حقوق کو حاصل کرنے کے لئے جن کی احتجاج تحریم اور مسلم کو ہر حال میں سہی اسٹیچ پر یہ دونوں جماعتوں میں تھا۔

فیصلہ سخن مسئلہ

۲) خلافت و ریہ و زیدہ پر ماہنامہ جان القرآن



کو خالق و موافق دونوں ہی نظریت کی نظرے تحلیلی کیست
نگاراں ہیں۔

کم در ذریں ہیں سے کسی کو نایابی کرنا خوب چاہئے
یہ بنتہ ضرور کہیں کے کہ ہمارا ذہن مناظرے کا ہنس لئے
خیال کے مطابق حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرتے
ہیں الرجح تمہارا ہیں برتنے، لیکن یہ مناظراتہ ذہنست ہلکی
ہیں سے کہ فرض نہیں ٹانی جو کوئی بھی کہے اس کی تردید پر کمرستہ
رہو۔ کسی شخص یا گروہ کی ہر برداشت باطل ہیں ہوتی۔ بعض
مسئلے کا جواب پڑھنے کتاب میں ایسا ہی دیا گیا ہے کہ
ہم اس سے اختلاف نہیں بلکہ اسی کے موافق ہیم اپنی نائے
بھلی میں بھی وقعاً وقتاً طباہ کرنے رہے ہیں۔ مہذب ایساں
صرف اخلاقی مسائل سے بحث کرنے مجھے جو ہیں مولانا موصوف
کی راستے پر ہماسے تزدیک الائی نظر ہے۔ رَمَّا الْمُؤْمِنُونَ الْجَاهِلَةَ

اس تکمیلے بعد ہم چند اہم مصادی نکات بیان کرتے
ہیں جن کو ذہن شہین کریں سے بحث کو صحیح اور صحیح و غلط کا فیصلہ
میں آسانی ہوئی۔

پہلا نکتہ یہ کہ ملنا چاہئے کہ اللہ کے رسول نے بدعت کو
گرامی قرار دتے ہوئے یہ ہرگز نہیں فرمہ یا تھا کہ بدعت کی
دوسری ہیں۔ حشمت اور عظیم۔ حشمت اہمی نہیں ہے صرف
ستہتگراہی ہے۔ آپ نے ملی الاعلان فرمایا تھا کہ ہر بدعت
گرامی ہے اور اس ارشاد کے وقت یا کسی اور وقت کو فی
ایسی یات نہیں فرمائی تھی جس سے معلوم ہوتا کہ بدعت اور
احداث فی الدین کی معنی تکھیں ہائے سمجھی ہیں۔ بعد کے بعض

اس وقت ایک کتاب "فیصلہ سخن مسئلہ" پڑائے ہے
سچے ہاں کا دکھنے اپر ملکہ کے اخوات سخن میں بھی کرچکے
ہیں۔ اس میں باعچ مسائل کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کی تیسیت
اس سلسلہ ریادہ ہے کہ جناب محبوب اور حصیت کے مالک
ہیں۔ آپ کا نام نامی اس کتاب کے مائل کی قریبی کے مطابق
تجھہ الفضلہ عمدۃ الفقیہاء حصۃ الحافظۃ الحافظ
مولانا الشہید ابوالوفاء ابو الفقیہ نعم اللہ بعلومنہ
الدافتی والقاضی سالم شیخ الفقہ جامع نظامہ
و حصنہ مصلحتی احیاء المعارف التعمانیہ ہے۔

پیر صدر ابو علیہ مسٹر کرام کی تصدیقات بھی ہم خڑ
ہیں۔ اس طرح یہ کتاب اپنے ناظرین سکلے پہلوی می نظر سے
درجہ بن جاتی ہے یعنی کتاب القاب و ادب جتنے طویل ہو جائے
عامتہ الناس پر اتنا ہی رعب پڑے گا۔ چھوٹا نامے غیر
نے اپنی تحریر کو جو طویل عربی عبارتوں اور بھاری بھر کم
کتابوں کے حوالوں سے آرائیا ہے ان کا نظائرہ تو عوام
ہی نہیں کہتے ہی خواص کو بھی متاثر کرنے کے لئے ہے
کافی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کے باسے میں اظہار آئے
کا اصرار کرنے والوں کی تعداد غیر معقولی ہے۔ جبکہ نہ آئے
سے متعذر خطوط ہمیں ل رہے ہیں کہ اس پر اظہار اسے کرو۔
 Hutchinson سے ہم ایس اصرار کا ہدف شاید اس لئے ہیں کہ
بدعات سے قلبی جگہ کرنے میں آج کل قلبی سے زیادہ بدناک
برچھ شاید یہی کوئی ہو۔ تجھی ہی اس طرح کے امور کو بدعاں کی
نہیں سمجھو اتارہتے ہیں جس طرح کے بعض امور کا جو ازد
احسان ہاں کتابیں ثابت کیا گیا ہے۔ لہذا قادر تی بات ہے

تو پرچم سنتنل نسخوں میں واضح فرمادی گئی ہے بعضیت کا عنصر صحن شغل میں آجلاسے اسی کو بدعت مانتا ہی بھی رکھتا ہے لاسٹنل بدعت کی تباہت و شناخت پر توجہ دلانے کا فعل سورہ بالشدر سوں نے عبیث ہی کیا بعضیت تو پہلے ہی بھی بھی پھرہ بدعت اور احاداث فی الدین میں مستقل بالآخر مانتا ہے۔ ہماری فہم ناقص ہیں بدعت نے روکنے والے ارشادات پر تعمیر کی افادیت اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب کہ بدعت کا اطلاق ان اعمال و اشغال پر ہے جو باعتبار حرام و مکانہ سے خالی ہوں۔ یہی ہیں جن کو اللہ کے رسول نے اس نے مگر ابھی تحریر کر رکھی اپنے اجزاء کی پاکیزگی کے باعث ہوشیوں کو غلط بھی میں سنبھال کر سکتے ہیں اور اس طرح دین میں ایسے بے شمارتے اعمال و اشغال داخل ہو سکتے ہیں جو حقیقت دین کا تحفہ نہیں ہیں۔ ورنہ جو اعمال و اشغال بھی کسے خود مصیب ہوں یا ان کا کوئی جرگناہ آؤ دہ ہو اسکے میں نہ غلط بھی کا اندیشہ ہے نہ بدعت کے نام سے اسی خصوصیت کو فائدہ رکھتی ہے۔ کیونکہ معاصی تو جمال اور تفصیل ادیگر آیات و احاداث سے منور قرار پاچکے کوئی اندیشہ ان کے بارے میں غلط بھی کا نہیں ہے۔

اس بنیادی نکتے کے باوجود ہستک علماء کاظران یہ ہے اور یہ بھی رہا ہے کہ بعض نے اعمال و اشغال کو الحنفی نے اجزاء کی صفات کا اعتبار کر کے پسندیدہ فرازیدہ یا اور سلف سے ان کی تحریری بحیثیت کے منقول ہوئیں کی خاری کو کہہ کر ناقابل الفقایت تحریر کر رہے تھے ہم اسیں اب اس پر اعز ارضی کیجئے تو وہ ان اعمال کی جزوی پاکیزگی کا اشتافت فرمائے لیتے ہیں اور یہ ثابت کرے کے بعد کہ ان کے کسی بھی جزو میں بعضیت کا سکون نہیں، بلکہ ہر جزو شریعی معیار پر تصرف ہاتھ بلکہ محدود تھا ہے ایکیں بدعت ہستکی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صیہا ہمیں عرض کیا بدعت تو کسی عمل کو اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بھروسی میں مکمل ہے اور آن دست میں صاحبیہ و امکان سے ثابت ہیں ہے۔ اس کے اجزاء کا الگ الگ صلح ہونا یا اس کے بدعت ہونے کی دلیل ہے۔ الگ

وگوں نے نکر لنظر کا اہم نیاز اور اختیار کر کے دیں گے البتہ ان کی نیت بھری نہیں تھی۔ وہ عالم نوکار اور ہم بھی تھے لیکن بھری خطا دیتے تو پیش بالا ہوئی نہیں سکتے۔ اختیار ہیں تھیں مخالفت نے نیز اس پر دالا کہ جن اعمال و اشغال کے تماہما جزا اصلی صاف ہوں اور بعضیت کا کوئی تکوں ان میں نہ ہو ایکیں تو سی جیت المجموع بھی تھیں یہی ہوتا چلے چاہے وہ اسی بھروسی میں سلفت متفقون نہ ہوں۔ ان پر دفعوں نہ ہونے کا سبب بدعت کا اطلاق خود رہو سکتے ہیں لیکن بدعت کو تو فرمائی تباہی کا ہے اس نے تفسیر رہی ہے کہ بدعت کی دو تکمیل ہوں۔ تھنتہ اور تیسری صلح اجزاء ادا لی جو قبول کو حسنہ مان کر قول رسول نے میں شناخت فرائد باجلیت اور تفسیری بدعتوں کو قول رسول کا صحیح مصدر اور اماجلا کے۔

یہ تفاہت ایسی تھی کہے والوں کا بنیادی فکر اس فکر کے مخالفوں میں جائے لیتے ہیں جسے عالم سبھے ہوں لیکن یہ ریویہ نظر صلاح ہے وہ کسی بھروسے عالم کے اختیار کر لیتے تھے تھم نہیں ہو جاتا۔ زادس کی محنت کیلئے یہ استدال درست ہے کہ اس کو اختیار کرنے والے اب کے کسی سورس پرچلے گذشتے ہیں اور ان کے علم و فضل کو ایک زمانہ مانتا آیا ہے۔

اس نکر کو غلط راویہ نظر کا غرہ ہم اس نئے بھیتے ہیں کہ اللہ کے رسول کا ارشاد مبارک بدعت اور احاداث فی الدین کے عالمیں تعلیماً تحریر اور اطلاق ہے۔ خواہ کوئی مسئلہ ہوتا کہ جن امور کو بدعت کی جیئت میں اللہ کے رسول نے کہا رہی قرار دیا ہے وہ ایسے ہی امور ہوئے چاہیں جن کا خلاصہ اسیکی ہو جو پہنچ عناصر تکمیل کے لحاظ سے پاک و صاف ہوں جنکا ہوئی بہادت ہی کا سا ہو۔ جن کا کوئی جزو گلہ طفیان کیلئے ملاتا نہ ہو۔ لیکن وہ اللہ کے نازل انسداد و دین میں قار دہ دوست ہوں اور بعد کے ووگوں نے ایکیں ایجاد کر لیا ہو۔ یہی اُنوریدتہ، یہ اور اخی ہے، لیکن اللہ کے رسول کا مقصود ہو سکتا۔ نہ ورنہ اعمال و اشغال تو بیان کے خود صحیح ہوں یا کسی بعضیت کو میں سے ان میں تھا جنت، آئی ہو ان پر بدعت کے اطلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ بعضیتوں کی حرمت

احساس سے ماری لوگ اس طبقے سے آئی پر شکر بھی ہو جائیں گے۔ خیر بھی خیر علی ہی نہیں۔

لیکن ملکے حق اس پر حقوق من کریم ظاہر فریضیں بدعت ہی ہو گا کیونکہ سجدہ شکر ادا کرنے کی رسم جو عبادت و ہدایت صفت سے منقول نہیں ہے۔ ایسی ہی سے شمار متابیں آپ ادنیٰ تسلیم پر اسی نکال سکتے ہیں۔ بالکل اسے میں کہ عبادت کو عبادت تسلیم پر کر سمجھو ہو۔ ویکھنا یہ ہے کہ اس کی کلی جیشیت و ہدایت کا بھی ثبوت دن میں ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر ملتے ہے تو الحمد لله وہ محمد ہی غسود ہے۔ لیکن نہیں ملتا تو اسے بدعت کہو کر قابل پر تحریر قرار دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر ملاقات قرآن ایک عمل خیر ہے۔ شکر اعمال کو پابندی وقت کے ساتھ دوام آ کرستہ رہنا بھی محمد ہے۔ اجتماعیت بھی اسلام کو پستہ پسند ہے۔ لیکن ان تمام اجزاء پاکیزوں کو لاکر خود شخص لوگوں کو یہ تلقین کرے گا کہ آزاد روزانہ فنکار وقت مسجد میں حجع ہو کر ملاقات قرآن کیا کروں یا لا کروں میں سے ایک شخص قرآن پڑھا کر اور باقی لوگ شہید کے انداز میں پیچکر خور سے متاثر اور یہ عمل اجتماعی طور پر روزانہ ہی فنکار علی انجام دیا جائے تاگذرا ملتے رہنے لوگ متعینہ جگہ پیچھے تواب حاصل کر سکیں تو ہوشمند و پرلوشیدہ ہیں کہ تمام علما نے حق کے خرید کیفیت یعنی دعوت ہو چکا اور اس کو رواج دینا کراما ہی کو رواج دینے کے مراد ہے۔ مسجد مجاہد ہے گا۔ اسی طرح سجدہ شکر ادا کرنا اکتنی محرومیات ہے۔ پھر اس میں بھی کوئی شب نہیں کہ بندوں پر اشتہ تعالیٰ کے اس قدر احسانات ہیں کہ ہزار سجدہ ہائے تسلیم بھی پورا حق شکر ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہم تبلیغ مساجد کر دیں کہ ٹے لوگوں آزاد روزانہ فنکار وقت اربعوہ مکرمہ شکر کیا کروں گے تو کیا یہ حرکت بدوہی کے سوا بھی پچھہ ہو گی۔

وہی طرح دعا کردہ انسان کی راشی غرض کا ای مہمان ہے، یعنی نہ سدا یا کیوں ادا نہیں عبادت ہے، بلکہ وہ اس کا مائز ہے۔ اس ناہدہ فحی عبادت کا مودہ نظری ہے۔ اس کے بعد علما نے دنیاوی امور کا اب کو تلزم کیا ہے۔

ان ۷۵۰۰ تواریخ پر ہوئے کاظمیہ اس بات پر ہے کہ اسی مقام پر دو دن کے مکالمہ مولوی حسیل اختیار کیا جاتے۔ اس کے پارے میں اسند کے رسول نے فرمایا۔ پھر استاد علم بادوی

اجرام صاف نہ ہوں بلکہ قیمع و نفع اجنبی رہی شامل ہوں تو بعثت کی بجائے اس پر محیت کا اعلان ہو گا۔

دسو ائمۃ۔ جس کا اجمالاً تعارف پہلا نکتہ ہے پہلو گیا ہے۔ یہ کہ شریعت میں بحث صرف اجراء اور عناصری سے نہیں ہوتی بلکہ افعال و اعمال کی تجویزی اشکال سے بھی ہوتی ہے۔ کوئی فائدہ نہیں اگر کسی فعل کا اہم جزو کو خود مسجد ہو۔ ویکھنا یہ ہے کہ اس کی کلی جیشیت و ہدایت کا بھی ثبوت دن میں ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر ملتے ہے تو الحمد لله وہ محمد ہی غسود ہے۔ لیکن نہیں ملتا تو اسے بدعت کہو کر قابل پر تحریر قرار دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر ملاقات قرآن ایک عمل خیر ہے۔ شکر اعمال کو پابندی وقت کے ساتھ دوام آ کرستہ رہنا بھی محمد ہے۔ اجتماعیت بھی اسلام کو پستہ پسند ہے۔ لیکن ان تمام اجزاء پاکیزوں کو لاکر خود شخص لوگوں کو یہ تلقین کرے گا کہ آزاد روزانہ فنکار وقت مسجد میں حجع ہو کر ملاقات قرآن کیا کروں یا لا کروں میں سے ایک شخص قرآن پڑھا کر اور باقی لوگ شہید کے انداز میں پیچکر خور سے متاثر اور یہ عمل اجتماعی طور پر روزانہ ہی فنکار علی انجام دیا جائے تاگذرا ملتے رہنے لوگ متعینہ جگہ پیچھے تواب حاصل کر سکیں تو ہوشمند و پرلوشیدہ ہیں کہ تمام علما نے حق کے خرید کیفیت یعنی دعوت ہو چکا اور اس کو رواج دینا کراما ہی کو رواج دینے کے مراد ہے۔ مسجد مجاہد ہے گا۔ اسی طرح سجدہ شکر ادا کرنا اکتنی محرومیات ہے۔ پھر اس میں بھی کوئی شب نہیں کہ بندوں پر اشتہ تعالیٰ کے

اس قدر احسانات ہیں کہ ہزار سجدہ ہائے تسلیم بھی پورا حق شکر ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہم تبلیغ مساجد کر دیں کہ ٹے لوگوں آزاد روزانہ فنکار وقت اربعوہ مکرمہ شکر کیا کروں گے تو کیا یہ حرکت بدوہی کے سوا بھی پچھہ ہو گی۔ یکوں ۷۵۰۰ اس کا تو کوئی بھی جزویت نہیں اجتماعیت اسلام کو پسند ہے۔ سجدہ شکر کی غسودیت کے کیلے کہنے والے ستر کی پابندی بھی نظام عبادت میں تحسین بھی کئی ہے۔ شکر مسجد

اچھا کرنے کالا، لیکن نبی الحقیقت وہ فریب خود گی کا ثبوت رہتے ہیں۔ یہ مجب اقبال اقبال امور دنیا میں سے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن پر تو اب بھی ملتا ہے۔ مثلًا شیخی کی نیت سے دینی کتابیں چاہا پایا۔ اسلامی تعلیم کے لئے مدرسے بنانا۔ لیکن یہ عبادات مقصودہ نہیں بلکہ دینی مقاصد کا ذمہ یہ ہیں۔ یعنی مقاصد قرآن رہتے۔ مثلاً ثابت ہوئے اندھرہ زمانے کے دسائیں و ذرائع کے وسائل اور مقاصد کی تفصیل یقیناً باعثِ ثوابیں ہیں۔ اسی تصور کے وسائل و درائع پہنچتے رہتے ہیں۔ اس تصور کا نجماڑ رکھنا دسائیں کریں۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ جسروں چھاپنا یا عمارتیں بنانا عبادات نہیں ہے۔ اگر کام اچھی نہیں ہے مقاصدہ: شہر حمل کرنے کے لئے کہا جائے تو قابوئے، دوسروے مقاصد ہوں تو قاب الکریں۔ لیکن شریعت نے چونکہ اچھیں عمارتیں بھرپڑایا اس نے اچھیں اختیار کرنے میں کوئی سچی نہیں بول کر۔ بدعتِ صاحبو کی وجہ ان کے معاملہ میں نہیں طوری کی جاتے ہیں بلکہ ان کی حدود و حرمت کا مدار اس بات پر ہو گا کہ اچھیں حال مقاصد مکملے اختیار کیا جا رہا ہے یا خوب مقاصد کے لئے۔ حضرت عثمان رضی ایک بھائی سر امداد کو جمع کیا تو عمل عبادت پذیرہ نہیں ہوا بلکہ امداد کو انتشار و افتراق سے بچانے کا ایک ذریعہ تھا اور ان پر ہمیں جیزیں ایسی ہیں جن میں نہ کوئی مذاہب ہے۔ قاب مثلًا سفرگردانی شریعت سے ثابت ہے کہ سفر برازیں۔ ایسا جایدید: سائل سفر کو اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہ ہوگی بلکہ سفر امور دنیا میں سے ہے۔ اگر یہ نیک مقاصد کے لئے ہو تو بھروسی اس کی حیثیت ذریعہ ہی کی رہے گی نہ کہ جہاد ہے۔

ایسی حدود میں جو لوگ بدعت کی بخشندہ امور دنیا کو گھنٹے کے لاتے ہیں وہ متاثر اور حامل شہم کا ثبوت ہیں۔ یعنی جو بس تجھے ایسا چاہتے ہیں کہ اصطلاحی بدعت کا تعین صرف احمد و پیغمبر سے ہے۔ اگر بھروسہ ہیں وہ ہیں جو بھائے خود قصودہ ہیں۔ جیسے نماز، آذان، تلاوت، الفاظ، فیصلہ اللہ منصوص، پورا و مطالعہ۔ دعا۔ عبادت۔

دنیا کو مرد اپنے دناؤ می امور کو تم خود ہی بہتر سمجھ سکتے ہو۔ امور دنیا کو اختیار کرتے، قبضت دینی امور کی طرح یہ شہمی بکھا جائے گا اس لفظ سے نہ قول بھی ہیں یا نہیں۔ بس یہ دیکھنا افسوسی ہو گا کہ ان کی عرمت کو راستہ اور شریعت سے رہا تھا۔ نہیں۔ اگر نہیں ہے تو پھر ان کا اختیار کرنا بطل، خلافات، جائز ہو گا اور بوجت کی اصطلاح سنتی میں پر چاپ نہیں ہو گا۔

یہ نکتہ بہت سادہ اور طے شدہ حکم کا ہے۔ سلطان سلطان ہے کو دنیا اور امور میں آدمی نی یا نہیں خود غلطائے اشیاء لکھتے رہتے ہیں۔ اولیٰ عصر شہور ہیں۔ فوجی نظم و قبض را نہ مام سیاست، معاشرت، معاشرت اغرض تمام شعبہ کا نہیں۔ میں حضرت مولانا ایجادیں فرمائیں۔ راہیں نکالیں۔ نئے نئے انتظام کئے۔ فقر نہ اے، وہ فقر تاریخ کرائے دخیرہ وغیرہ۔ یہ تاریخ کا امیٹیٹ لغوی معنی ہیں تو بوجت ہی کمال کرتے ہیں علیکم کوئی پوشش نہیں کیا جائی ہو شوہ و حواس پر نہیں کہ سکتا اس جس عبادت کو حضور نے مگر اسی عبارت ادا کیا تھا وہ ان امور دنیا پر سچی مقاصد آتی ہے۔ سچی سوال پیدا نہیں ہو اک حضرت عزیز ایش نے کاتانوں اور ایجادوں کے باعث بدعتی پہنچ گئے تھے۔ اصطلاح بعضے لوگ امور دنیا میں یوں کہیں کہ راہیں نکال لئے ہیں یا ایجاد اخراج کرتے ہیں ان کا صاف کوئی بوجت کوئی متعلق نہیں۔ ہم سکنا ہے بعض امور دنیا بالفتنی شیخ کے عقائد سے تواب دیتے، واتا بھی ہوں، لیکن یہ بھائے خود بجادت قبھروہ نہیں ہوتے۔ بلکہ امور دنیا ہی بھائے ہیں اور انہیں دینی مقاصد کے تحصیل کی خاطر بھروسہ سبب دو یہاں اختیار کیا جاتا ہے۔

اس تو ضریح سے ان لوگوں کا غلبہ اکری۔ جسی ہو گئی جس کا طریقہ ہے کہ ازان کی ایسی بکری دینے میں عبادتوں اور دینی اندازگی مشتمل طرز ہے، کو بدعت کو دیا جائے، قبودہ نہ لازمی جو اسی دینی کا پھر تو گتا ہو، چاہا بھی بدعت ہو۔ اعظم ظہر کے درست قائم کرنا بھی بدعت ہو۔ موطر اور ریاضی میں سفر کرنا نہیں بعثت ہو۔ ایضاً صحر شام کا ایک۔ یہی صحفہ بر امداد کو متعین کرنا بھی بدعت ہو اور غیرہ۔

یہ جواب دینیہ پرس کو دیکھتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا

کہتی بلکہ پسندیدہ قرار دینی ہے لیکن یہی فعل اگر امام جمعت کرنے لگے تو اس کی مانع نہیں دار ہے۔

اسی طرح اور درود خالق اور سیحات کا معاشر ہوتے۔

اگر بعض اور ادھر سچیات از روئے حدیث یعنی باعثت خیر و برکت ہیں تو اس سے یہ لازم ہنس آتا ہے اسی کوئی بھی اجتماعی شکل میں اسے پڑھنے کی بحکام ہیں لے وہ سخن ہر جائے گی۔ دیکھنا ضروری ہو گا کہ احسن اللہ کے رسول میں تو اسے بھی کسی اجتماعی شکل میں پڑھا ہے بالآخر اگر پڑھا ہے و انہوں نہ کہم بھی ضرور پڑھیں مگر اور دشمنی کو فراخات اس کے ذمہ سے خرد نہیں کر سکتی لیکن اگر نہیں پڑھا ہے بلکہ غرور افراد ہی اس کا تو اپنے غرض حاصل کیا ہے تو یہم پر بھی لازم ہو گا کہ الفرادیت یہی تکمیل ہو رہیں اور اجتماعی لیکن بحکام کی بدعنی نہیں۔ اجتماعی شکل میں خیر و برکت ہوتی تو انتہ رسول اور ایک اصولیت کیوں نہ اسے اختیار کرتے۔ وہ قوادیلی سے اولی بہتر سے بہتر اعمال و اشغال کے سببے زیادہ دلدادہ تھے۔ ضرور ہے کہ قزادی قزادی پڑھنا ہی اتفاق ہو گا اور اجتماعی شکل نافع نہ ہو گی۔

ان پانچوں نکونوں کو خوب دیکھنے کو لمحتہ، اشاعت و ناچ کی خیزی کے لئے پر مولوی پر کاموں میں کے اب یہم مولانا ابوالوفاء صاحبؒ کے فرمودات پر توجہ کرتے ہیں۔

وہ اوقام فرماتے ہیں۔

"نماز فرید مصادر جمع کی نماز کے سنن سے فارغ ہونے کے بعد عمار کے ختم پر فاٹھ داغ ٹھام اور ان کے سوادیگر مورثین پڑھنے کی مانع شریعت میں داد دیں، بلکہ ان کے پڑھنے کی مانع بھی شیخوں تین داروں ہے اور ان کے پڑھنے کی مانع بھی رہائی بھائیوں بکثرت آئی ہیں۔"

اس کے بعد انھوں نے بخاری سے کنز العمال سے لوائح ادا نیزار سے اور عمل الیوم مرداللیلۃ سے متعدد

خواہ اوری۔ جماعت۔ خطبہ جمعہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر امر بیکتے خود مقصود ہے اور اس پر واپسی مرتضیٰ ہوتا ہے۔ اسی اندیشہ کے امور پر دعوت و منعت کی بحث کامیاب ہیں اور ان سے واپسی مرتضیٰ کامدار اس سلطنت پر نہیں ہے کہ جنہاً احرار سے شیر صحیح کر کے کوئی بھی بستہ بنالو تو اب فی جانے گا بلکہ اس اعتمادی بنادیں ہے کہ یہ خیر القرون سے ثابت بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ثابت نہیں ہیں تو انھیں بیعت کہیں۔ تھے اور بھائے قوابتے عذاب کا موجب بانیں مگر کوئی ایسے بھی امور کے سلسلہ میں عیت کا سوال اٹھاتا ہے۔ اتحدی سے اللہ کے دین میں اصلتے کا اندشتہ ہے۔ بھی ممنوع ہیں۔ انھیں کے موجود کا ٹھکانہ جنم بتایا گیا ہے۔

حق تعالیٰ یہ ہے کہ جمادات میں دو نوع کی ہیں۔ اجتماعی اور افرادی۔ انھیں خلط ملا کبھی نہیں کرنا چاہیے مثلاً فرض نمازوں کے لئے جماعت یہی شریعت کا مطلوب ہے یعنی سجن و زانوں کی جماعت قطعاً مطلوب ہیں۔ فرض نفل کے معززی فرق کو حبھو کر نمازوں یہی تیسان ہیں مگر شکل و صفت میں فرق مطلوب ہوا۔ اس فرق کو لفڑا اور کسے نکلوں کی جماعتوں کی جماعتیں کرنا طالہ ہر ہے نزدیک ہوا کا باعث تو کیا ہوتا املاگناہ کا موجب ہو گا۔ الی یہ کہ کسی غیر فرض نمازوں کے لئے خصوصیت سے جماعت کا اذن دیا گیا ہے۔

صحیح اجتماعی جماعت ہے لیکن قربانی کے لئے رحکم نہیں کہ تمام دنیا کے سماں اپنے اپنے شہروں میں اسی طرح جمیع ہو کر فرشتہ بای کروں تب طرح نماز عید پڑھنے ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں حصہ تو اجتماعی خراسانی ہیں جو ایک دیکن حکم کہیں نہیں کر نکوئی ادارے نہ وہاں کر دے جو ایک زکرۃ مساجع کرتے جائیں اور جسے جلویں کی شکل اختیار کریں۔

ٹانگ کر دیجئے۔ تھبہ نماز پڑھنے والا بہت بہت بے وکرائی وجود اور قیام میں قبور کے لیے شریعت اسے غلط نہیں

صاحب درخت کا یہ فرمایا تھا کہ جو اپنے کام کی باری کیلئے کر رہا تھا اسے کیونکہ سلف سے اس کا ثبوت نہیں ہے، لیکن ان کے استاذ پر اللہ کی رحمتیں ہوں انہوں نے بدعت حسنے کی ضرورت شاید اس نے محسوس کی کہ سورہ فاتحہ کے فضائلِ نہان کی نظر میں سمجھے۔ انہوں نے مسلمان کیا اگرچہ سورہ ایسی فضیلتیں وائی ہوں اسے کسی بھی وقت کسی بھی مسیت میں پڑھا تو اور دہونا پاہنے اسی لئے بدعت حسنہ کہہ کر اس کی تحسین کی۔ لیکن ہاجر مکہ میں خالی ہے کہ چون کہ خدا کے بعد کی دعاء بادوت مقصودہ ہی سے اور عبادات مغلظ مسئلہ مسئلہ ہوتی ہے تو کوئی قیاس و سطع نہ مدد یا تحقیق ضرور کرنی چاہئے کہ جس سلسلہ دعیت کی تحسین کی جا رہی ہے اور منقول ہی ہے یا نہیں۔ اگر منقول نہ ہو۔ اور واقعی منقول نہیں۔ یہ حدیث اُن صاحب درخت کا تھی احتراز

کیا ہے تو احتراز کا لفاظ اسے کہا جائے۔ جب کتنی بھلیں ہیں، تھمان و استباق کے ساتھ حالت کا اندیشہ ہی محسودہ ہو تو علماء کرام بھی کہنے ہیں کہ اس سے پہنچ اوپی کیوں کہ غیر واجب امور کے ترک میں عصیت نہیں ہے مگر امام کے اذن کا بھی ہے جذاب متوجع ہے۔

ریو لوگوں کی عادت کی بات۔ تو اس پر بھی مقتطف خود منکری ضرورت ہے۔ عرف دعا کا احتیار عبادت مقصودہ میں نہیں ہے۔ عبادت مقصودہ تو قرآن اولیٰ کی شہادت سے معلوم ہوتی ہے۔ بعد کے لوگوں کو یہ اختیار خریعت نے نہیں دیا ہے کہ وہ کسی عبادت مقصودہ کو کوئی نئی شکل دیں۔ اگر سارا اہالم بھی ہیں کہ مسلمانوں کی منقولیت میں نہیں تو یہ قابل احتیار نہ ہوگی۔ جب جماعت کے بعد کی رعایتی عبادات مقصودہ ہے تو ایسی کوئی ایسی شکل وہیستہ جسے صاحب درخت کو بدعت تسلیم کر رہے ہیں کیسے محدود ہونے لگے گی۔

بھروسہ دعویٰ بھی محتاج ثبوت ہے کہ نمازوں کے بعد ہر سے فاتحہ پڑھنا لوگوں کی عادت ہے۔ لوگوں سے اس اُندر دنیا بھر میں دس تیس ہزار یا لاکھ دو لاکھ آدمی ہیں جب تو اتنی معمولی مقدار کا کروڑوں مسلمانوں کے مقابلہ میں کیا ہوں گے۔

روایات ایسی کہیں کی جو ان مسیتوں کی تفصیلات و عظمت پر دلالت کریں ہیں۔

اس سے قطع نظر کہ ان روایات کا پاپیر کہا ہے۔ سب کو من و عنصر مانتے کے بعد بھی افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ مولانا نے تفصیلِ مقالہ ذہانی ہے کہ مسلمان ہے جو ان مسیتوں کی تفصیلات سے مترکت ہے۔ کون سے جس نے یہ کہا ہے کہ ان مسیتوں میں کوئی خیر و برکت نہیں۔ انہوں نے اصل نقلۃ بحث کو بولٹا۔ اندراز کردیا وجہ اس نقلۃ تھیں اخلاف نہیں تھا اس کے اثبات میں کافی وقت صرف کیا۔ اصل نقلۃ بحث یہ ہے کہ کیا صحابہ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضیل ہے یا چہ کہ شاہزاد چاہیت کے بعد اخنی مسیتوں کو باواز ملند پڑھا جائیا گہرے اور غور و مصرا و احسن جمعہ کے بعد ان کا ہمیشہ ہی التزان ہو۔ اگر قولاً پاغلہ ایسا ثابت ہو تب یہ شک آپ سے نقل فرمادیں اور طویل بحثوں کو اٹھا کر ایک طرف رکھیں۔ عبادتیں تو نقل کی پاہنڈیں (جہاد و سلطن) کی نہیں۔ آپ سے حقیقی پورا دوایات نقل کی ہیں ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان مسیتوں کو پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ بہت فضیلت دالی ہیں۔ لیکن یہ پہنچیت ہے ہمارا اخنیں التزان اُجزوی عبادت بھی بتا دیا گیا ہے۔ دعا ہم تو اک اخنیں التزان اُجزوی عبادت ہے۔ اگر فخر و عصر و غیرہ کے بعد ان سر زبان کا اجتماعی طور پر پڑھنا اللہ کے رسول کو مطلوب ہوتا تو وہ فریاد بھی اس کی تاکید کرتا۔ اور عمل ایسی تعلیم دیتے ہیں کہن و دیکھا یہ جانا ہے کہ فرادی فرادی طریقے کی تو حضور نبی مسیح بھی تو اس مسلمان ہر اک وہ کل دوام مطلوب ہی نہیں۔ سے مطلوب ہوتی تو اتنی کے رسول کو کون روکنے والا تھا کہ دوام کا التزان تفریقاتے اور حجا پڑھ کر کس نے منع کر دیا تھا کہ اس کل کو مسیوں نہ بتائیں۔

درخت کا نقل کیا گیا ہے کہ۔

"سورہ فاتحہ نازدیں کے بعد ہر سے پڑھا حاجت روائی کے لئے بدعت ہے۔ ہمارے استاذ نے کہا ہے، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔ سب لوگوں کی عادت اور حدیثوں کی وجہ سے۔" ص۲

لیکن اگر مراد ہے کوئی مسلمانوں کی یہ مادت ہے تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ سوادِ علم کا غالب ترین نتھی اس مادت سے مستثنی ہے۔

آئے ارشاد و حواسے۔

"تفیر ہی ہے کہ ایک قوم اگر کوئی مسلمانوں کی مادت کے بارے میں کوئی جانتے ہیں تو جو اسے خود پیش ہے اسے اسلئے محسن ہیں ہو سکتے۔ فاتح باہم بھائے خود پیش ہیں ہے چھوڑ ہیں ہے جھوڈ ہے۔ یہ عرض کروں گے لاملا تجھتم و الی حدیث تو اپ لیک مخدود سی پیش کرنے کے معنی ہیں یہ اولے رہے ہیں۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پیش کرنے کی کوئی رو سے دس بیس ہزار مسلمانوں کا گذوہ بھی کسی ضلالت پر جمع ہیں ہو سکتا اور اگر کوئی پیزیر جمع ہے تو وہ یقیناً حسن ہو گی۔

بھرپور کیا ہوا کہ لاکھوں لوگ مذکورہ تباخ پر جمع ہو گئے۔ تبریاتِ انھی شریخ تکاریں۔ عقائد کے معاملہ میں ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ لوگوں میں اختلاف یا مجاہات ہے۔ مختلف فیوضات میں آپ ہزاروں مسلمانوں کو ایک طرف اور ہزاروں کو دوسری طرف پایاں گے۔ تب تو ہرگز اس حدیث کو اپنے حق میں بلا تکلف استعمال کر سکتے ہیں اور دہ بام متصدی و تقبیح عقیدے بھی حدیث کے ذریعے میں حق مانتے ہوتے ہیں۔

بھی تکلیف علیکم بالجماعۃ والی حدیث میں ہے، اگر جماعت کے مراد ہی لے رہے ہیں کہ کسی زلمتی میں دوجار شہروں یاد چار ملکوں کے دس میں لاکھ مسلمان کی جزوی تھیوڑے کے باشے میں حقنِ الراءے ہو جائیں تو وہ اس جماعت کے حکم میں آجائے ہیں جس سے کشا ختم میں جائے۔ تب تو کروڑوں مسلمانوں کا اللہ الماک ہے۔ جزوی عقائد میں آج ہماسے میں کس قدر اختلاف ہے۔ ظاہر ہے بہرائے کی جانب ہزاروں مسلمان موجود ہیں۔ پھر تو ہر فتن ایسی جماعت کو سی حدیث والی جماعت بتلتے گا اور باقی تمام عالم کو فی انتشار و پھر اپنے کارے گا۔

ذر اس امر بدلئے تو سیاسی و میں سیاسی اور رعنی و ملکی جماعتوں کا معاملہ بھی اس حدیث کی رو سے طی رہا۔

ہمارے نقہاں پر خدا کی رحمت ہو اخونکے شک تلقہ کا حق ادا کر دیا۔ لیکن ان کے بعض فرمودات اگر ہماری ناقص فہمیں خدا میں تو اسے معدود ہی بھونا چاہئے جمادات میں بھی اگر لوگوں کی عادتوں کو متثر رانا جائے اور مذکورہ حدیث میں اس کے لئے دلیل بن لیں تو یہ ضرور طے ہونا چاہئے کہ اجتماع امت کا کم سے کم میعاد کیا ہے اور اس جماعت کا طول و عرض کیا ہو۔ ما جائے جس سے کوئی جانانہ کشم و سیدھے کے مراد ہے۔ عاجز کا خیال ہے کہ فاتح باہم بھرے جزوی مسائل میں مذکورہ حدیثوں کو رہنمایا بڑی اچھیں پیدا کرتا ہے۔ غور کرنا چاہئے کہ اس کی فعل عمل کے تحسن ہونے کے لئے تجدیج بات کافی ہو سکتی ہے کہ اسے دس سیسی ہزار یاد میں لاکھ مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے اور مذکورہ دو لوگوں حدیث میں بھروسہ رکھتی ہیں تو پھر وہ تمام افعال قسم امن دلیل سے تحسن ہو جائیں گے جن سماں میاں سے بھی میں و میں تعداد عمل پر ایسا۔ مثلاً داڑھی مونڈا مخنوں سے تجہیں پا جائیں پہنچنا، گانا سننا وغیرہ یہ حقیقت

تھے۔ سب سی جماعت برادر تھے قل رہوں میں ملکی اسلام کے اساسی اصول و حقوق اور ایمان رکھنے والے لوگ۔ ان کے لئے کوئی سختی یہ ہے کہ آدمی عقیدہ مدلسوں کی بنیانیں بھول کر اسلام سے خروج ہو بلکہ الجہوں ہی کے لئے اللہ کے بھول نے جو تمہاری خبر ہے۔ یہ نہیں کہ معمولی جزئیات کے بیان میں جو چھوٹے ہوئے گروہ بن جاتے ہیں ان پر بھی اس جگہ کا اطلاق کر دیا جائے اور قول رسولؐ کے وہ خطبات نے لئے جائیں جن سے الحسن کے سواب بھی مغلل نہ ہو۔

(باتی)

”خلافت معاویہ ویزیری“ پر ”ترجمان القرآن“ (لاہور) کا بصرہ

کتاب ”خلافت معاویہ ویزیری“ کے تعلق سے جملی میں بہت بخشن ہو چکی ہے۔ آخر کار ہم نے اعلان کیا کہ اب اس سلسلہ کی بھنوں کا دفتر من کیا جا رہا ہے۔ اس اعلان کے باوجود بخشن میں پھر کچھ نہ کچھ آہی جیسا جس کے لئے ہم مجھ سے تھے۔ سُرخ خود پھر نے اپنے قلم کو اس عصافر لکام دی ہے اس کا ذرا اس سے بچے کہ ابھی فروری سالِ زادہ کے فاران میں تاہم صاحب تھے ذکر کردہ کتاب کے رد میں لکھی ہوئی رامگیری بزرگ کی کتاب کے حصہ دم پر تھہرہ کرنے ہوتے ہیں۔ بدفت اعزمن بتایا تھا اور حقیقت و حقیقی کیا بالائے طاق رکھ کر ماحب کتاب کے لئے فرمودا ت کی تائید و تو شنی کی تھی جن کا کوئی بھی مقام نقد و نظر کی بارگاہ ہیں نہیں ہوا سکتا۔ حدیہ ہے کہ الحنوں نے انہی اغترافات کو کبھی بلا تکلف دھر اور ایما جان کے مدلل چو اب اس ہم کوئی میں پہنچے ہی دے چکے ہیں اور نہیں کیا لے اخنوں اپنے تیر کی طرف ”معاویہ“ کے ناخلاف ہیٹے۔ تک کے الفاظ کی تہمت کو صحیح بادر کر لیا۔ حالانکہ اسی ستم طرفی تھی جس کی تاہم صحتیہ نہیں کی جاسکتی تھی تکہ ہم نے سبکر کیا اور متعدد حضرات کے تحریری تفاصیل کے باوجود

آتا ہے۔ جماعت تبلیغی کے گی میں ہی وہ جماعت جو جسے کشنا درخ میں جانا ہے۔ جماعت اسلامی اور بعین العلامہ بھی ایسا ہی دعویٰ کرنے میں حق بجا نہ ہوں گی۔

آخر کیا خداق ہے جو صدیقیت رسولؐ سے کیا جائے ہے۔ ہم یہ تمام ادب بتاتے ہیں کہ ان خداونوں کا کیا مطلب محمل سے عالم بھی نہیں کریں کیونکہ اورہ علامہ بھی متوجہ ہوں جن کالمدان ہے کہ صاحب قدر نے تھیک طلب لیا۔

آخر درستہ رسولؐ کے اپنے حقیقی کوئی نہ جائیں جو گناہوں پر شناسیوں کے موجب ہوں۔ ہمیں اپنے اساتذہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو کچھ تھا ہے اس پر بھی غور کر لیا جائے۔ اب کی شخصی کے مطابق لا تجمیروں والی حدیث در اصل سہیتی ہے کہ کسی بھی زمانے میں جلد ہے کفر و نعدۃ الدین اور ادینی ویزیری ویزیری کا کام کشنا ہی زور پوچھ لے۔ حالم پر ملکی بن کا سلطنت ہے۔ عامتہ اسی پر کادیجی مراجع بیڑا چکا ہے۔ لیکن اس اہم حال تھیں ہو چکا کہ پوری ایمت ہی گمراہی پر بچ ہو جائے۔ کچھ نہ کھل لوگ اپنے ہے وہ قلیل ہی ہوں جن پر بچے رہیں گے اور اسلام کے ملخص ایسا ہیں جوں سے دنیا بالکل ہی خالی نہ ہو سکے گی۔

دوسری حدیث علیکم بالجماعۃ میں جماعت ہے۔ مراد مسلمانوں کا وہ سو اور عالم ہے جو اپنے نیادی اصول و حقوق پر تتفق ہے جن سے رہ گردانی کے معنی، اسلام سے رہ گردانی ہیں یہ سو اور اطمینان مطلاعی بھنوں میں کسی جماعت کے نظر میں نسلکتی ہیں۔ اس کے باہم کوئی سمجھوتے ہے۔ یہ تو قدرتی طور پر ایک صفات کی جیشیت رکھتا ہے ایکو نکار اسلام کو کفر سے میزرا کرنے والے اسکی اصول و عقائد میں پرستی و تقویٰ ہے۔ اس کے اذہان و تلویب ایک شخصیں و معین دین کے رشتے میں گئے ہوئے ہیں۔

بات بالکل صاف ہے، لیکن پھر ہمی دلیل کی طلب ہو تو قرون اولیٰ کا حال دیکھ دیا جائے۔ اللہ کے رسولؐ یا ان کے اصحاب کے نے کوئی اصطلاحی قسم کی جماعت نہیں بنارہی تھی مالا کہ جماعتی زندگی پر اسلام بہت زور دیتا ہے۔ لیکن اسلامی حقوق پر ایمان لائے وائے لوگ جو کہ آپ سے آپ ایک جماعت میں جاتے ہیں اس نے اصطلاحی کارگزاریوں کے بغیر یہ لوگ مجھے۔

کر تخلیق میں ایک ایسی صفت کی تضییف کو زیر بحث لایا گا جو جو اے کی عبارتیں تک درست نقل نہیں کر سکتے اور امارتے غصتے کے پر نیک بھول جاتے ہیں کہ تردید اور تائید میں کیا نظر ہے۔

یعنی انہی اپریل ملٹری کے ترجمان القرآن میں فہرست معاویۃ و نیزدیہ پر تبصرہ آتا ہے اسے پڑھ کر ہم خود کو مجبور پاسے ہیں کہ اس پرچھے لفظتکو کریں۔ دینی و علمی پر جو میں ماہنامہ ترجمان القرآن کا مقام بہت بلند ہے۔ یعنی وہ اگرچہ مولانا مودودی کے قلم سے نہیں ہے، لیکن ان عبد الرحمن صدیقی کے قلم سے ضرور ہے جو اکثر اس مبنای کے شذرات لکھا کرستے ہیں (اپریل ملٹری کے شذرات بھی انہی کے ہیں) اور دینی و علمی موضوعات پر اون کا سمجھدا تعلیمی معروف ذائقوں ہے۔ ان کا تبصرہ اور ترجمان القرآن کے فح惆ات۔ ان دونوں ہیزوں نے معااملہ کو اس عذرخواہ بنا دیا ہے کہ اپنا خاموش رہنا ہمیں علمی دیانت اور انسانی ذمہ داری کے خلاف نہیں ہوتا ہے۔ بات لڑائی چھکڑے کی ہیں۔ تبادلہ خیال اور انتہا اور ہم کی ہے۔ ہم نے مولانا مودودی کی بھی اس حاملہ کی ایکسٹر پر نیزدیہ ملٹری کے تخلی میں اپنی معدود ہمدادت پر کردی تھیں اب مفترم عبد الرحمن صدیقی صاحب کے ہفتوار بھی پھر وہنی پر از ہوتے ہیں۔ کیا عجیب ہے، اس طرح کی لفظتکوں سے ہمیں بھی اپنے بعض خیالات کی اصلاح کا موقد عمل جاتے اور یہ بھی عجیب ہیں کہ دوسرا بھی لوگ ہماری بعض معدود ہمدادت سے اثر پذیر ہے۔

تبصرہ ترجمان القرآن کے بارہ سے زیادہ صفحات پر کیا گیا ہے۔ سیر جامی عبارتیں کے لئے کم سے کم چار چھوٹے صفحات ضرور جائیں۔ تخلی کی تلکاری میں سمجھیں ہیں اس لئے کوشش کرو۔ (۱۹۷۸ء)

جاتے۔ "خایافت" اور "نیزدیہ" درست جانان نہیں پہنچتا۔

عف ہے۔ ذمہ تو انھی بات بہت ہلکی تھیں ہمیں لگی

رہ نہیں لگتا۔

پھر اور سینئے۔ رام نگری بزرگ کی کتاب کا رد بھی ایک عنایت فرائے نہایت دیدہ دری سے مرتب فرمائکر ہیں بھج رکھا ہے اور اس کا حجم اتنا تو ہے ہی کہ بیجی چھ صفحے تک تخلی میں قسطدار چھپ لے۔ رام نگری بزرگ نے چونکہ عباسی صاحب کے ساختہ ساختہ عامر عثمانی کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے، بلکہ بعض مقامات پر تو عامر عثمانی ہی ان کی تمام تر تشریف کلامیوں کا مدفٹ بن گئے ہیں اس لئے بے جا نہ ہوتا اگر ان کی عجیب و غریب کتاب کا رد تخلی میں چھپ جاتا۔ عجیب و غریب یوں کہ اس کے لفظ درہن صفت و خصوصیات میں عام صفاتوں سے ممتاز ہیں۔ ایک یہ کہ درسری کتابوں سے بھی بھی عبارتی اخنوں نے نقل کی ہیں کما مجال شویں سے پھر اس بھی ہوں کی توں نقل کی ہوں۔ اگلی تخلی عبارتوں کی فتح و برید کو فتح چھوٹے ہمیف پیطلیب عبارتیں اخنوں نے دریان دریان سے نکال کر پیش ہی کر دی ہیں اپنی کو ان کے دینے ہوئے ۳ الی ۴ سے تلاکر دیکھئے تو حیرت ہو گئی کہ موصوف غیر ذمہ داری کی کسی آخری منزل میں ہیں۔ معلوم ہیں اشتغال اور غلط کا یہ کو نہ امر حل ہے جس میں صبح پڑھنا اور بھج نقل کرنا بھی جوئے شیر لانے کے عرادت ہو جائے۔

درسری یہ کہ فرط غصب میں صفت کو سیستھری نہیں رہا ہے کہ وہ کس بات کی تردید اور کس کی تصویب کرنا چاہتے ہیں۔ غصہ عباسی اور عامر عثمانی پر ہے۔ مگر موصوف سے فرمودات کے معانی دمطالب کو دیکھتے ہوئے الفاظ اور بھکٹے ہوئے اسلوب بیان سے جدا کر دیکھتے تو ہنسی آئے گی کہ حقائق وہ اکثر دیشتر وہیں کیم کیتے چلے گئے ہیں جو کے اٹھارواں علان پر عباسی اور عامر عثمانی نے یہی دناصی اور دردیدہ درہن و ستائی قرار لائے تھے۔

رام المحووف نے رد تکھڑے والے عنایت فرما کو اطلاع بھی دیدی تھی کہ اسے تخلی میں قسطدار چھاب ریا جا کے کامگر پھر طبیعت سے اب کیا اور یہ بات بہت ہلکی تھیں ہمیں لگی

پر اعمال تھا۔ لیعنی خفیت تھا۔ اب بزرگ دفتر بھی اس فیصلے کے خلاف ہوتا کر دیتے جاتے تو وہ اُس سے مسٹن ہوں گے۔ انھیں اپنی عقیدت حسینؑ میں مخصوص اور معدود کھنچا جاتے۔ ہم دارالعلوم دیوبند جتاب کو لانا محظوظ تھا صاحب کا کلمہ بھی بیکار ہے۔ وہ اول تدریس کی مصالح سے محور تھے۔ ہم کی جیشیت میں تدریس کے مقاد کو ہر شے پر مقدم رکھنا انکاف فی مخصوصی ہے اور تدریس کا عقاید اسی میں تھا کہ محمد و احمد جہادی کی کتاب کو مرد و قرار دیا جائے۔

وہ سرے ایک اور بھی طاقت و ردعیر تھا جسے انکے قلم کو رد عباسی پر آمادہ کیا۔ اسے دو کے لوگوں نہیں بھجو پائیں گے اور تجھے بھی گئے تو مشکل سے یقین کریں گے۔ ان کے حالی قدر صاحبزادے نے "تاج المعارف" کے نام سے ایک پیشہ کی ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ اس سے وہ ہر دو سڑے تجہیز پیچے والی ایک کتاب جماپتے ہیں اور معمروں کو وہی بھی کے ذریعے فروخت کرتے ہیں۔ عباسی صاحب کی کتابیں دست میں ہیں جبکہ تو دیوبندی سے اس زور شور کے ساتھ فروخت ہوتی گریہاں کے تاجر ان کتب کی آنکھیں میں گئیں۔ چشم درانہ تک حسد کی کھانی کو نہیں جانتا۔ پھر مو قعر شناسی بھی تمارست میں بڑی چیز ہے۔ ہم طنز ہیں، بلکہ خیفتا صاحب تاج المعارف کو مو قعر شناسی کی داد دیتے ہیں کہ انھوں نے لئے والد محترم کو بر وقت رو جہادی پر آمادہ کیا اور یہ اندازہ لگائیں مطلع نہیں کی کہ عباسی صاحب کی کتاب کے منگام خیز قبول و شہرت کا کاروباری فائدہ اس کے درمیں چھپتے دلی کتاب کو بھی خود رکھنے گا۔ اگرچہ یہ اندازہ بڑے پیمانے پر بڑک با رہیں لایا۔ تاج ہم دفتر صاحب کی کتاب ہام مطبوعات سے دو گئی تو نکل ہی گئی۔ اگر علم و تحقیق کے اعتبار سے یہ جاندار ہوتی تو شاید تیسرے اور چھتائیں بھی چھپ جاتا۔

تیسرا وجہ ہم دفتر صاحب کا گلزار ہونے کی بیہے کہ وہ میدان خلیٰ و مارکی تھیں کے سکلائی میدان سے بہت دور اور بہت مختلف ہے۔ ایک بڑا دریہ فلسفہ و مطلق کے میدان میں

پنجوکھی کریں یا ذکریں لیں یا بنصرے میں ہم نے بھی اس کتاب کو سراہا تھا اور بھرپور ہمیں اس موضوع کی بکشیں میں سراہتے رہیے ہیں اس لئے کوئی مصالحتہ نہیں اگر بھرپور ہوا وقت اس موضوع کی نذر کر دیا جاتے۔ قعده معمولی نہیں ہے۔ رفض و تشیع نے حقہ کی جڑوں سے کہٹنیوں اور برگ و بارک جو ہر بھیلی پیہے اس پر ٹڑے ٹڑے اس طبق میں ہو سکتے ہیں۔ اچھے اچھے بالغ نظر علماء کا یہ حال ہے اور سچے بھی رہے کہ بعض الیٰ روایات اخبار کو انہوں نے مسئلہ حقائق کی جیشیت سے تسلیم کر لیا ہے بعض بعض لوگوں نے خاص مقاصد کے تحت حدیٰ صدھر اپنی یا مشکل سے دس فی صدی ان میں حقیقت تھی اور نوے فیصدی اشارہ طرزی۔ اس دائرہ سائز فریب خود مگر کا دیس زیر پردہ چاک کرنے کے ارادے سے اگر کوئی شخص جرأت رندازہ کا مظاہر و کرتلے تو ضروری نہیں کہ یہ حرارت ہر پہلو سے عجب ہی ہو۔ لفظ و عجیب بشریت کا جزو لا تعلق کے۔ محمود عباسی بشد ہیں فرشتے نہیں۔ ہو سکتا ہے حضرت ملیٰ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے یا کسی میں ان کے خیالات کی پہلو سے قابل اصلاح ہوں۔ ہو سکتا ہے رفض و شیعہ کی لامتناہی دلگیری کے روز غل میں وہ ذہنی اشناز، غلکری بے اعتدال اور جذبیتی تصب سے بھی ملوث ہو گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے ان کا تھیقی زاویہ نظر تھوڑا اہمیت کجھ ہو۔ لیکن جو معاذانہ ملوك بعض حلقوں میں ان کی حرآت پر رنداز سے کیا گیا ہے وہ منصفانہ نہیں ظالمانہ ہے۔ اس میں اعتدال نہیں اشتعال ہے۔ جناب امام الدین مجدد کو تھوڑی تھیے کہ ان جیسے اشتغال پذیر ادمی سے اس سے بہتر کی امید نہیں ہو سکتی۔ نیز وہ علمی و فکری اعتبار سے جس سطح کے ادمی ہیں وہاں سے اس نوع کی غیر معمولی موضوعات کی گھرائی ناپی بھی نہیں جاسکتی۔

جناب آمر القادری صاحب کے طرز دا سلوب پر تھی عجب نہیں۔ یہ لے جنلص ہیں اور ان کا اخلاص جہاں جہاں گھری عقیدت کی سرحد سے جا چاہے۔ سو ماں وہاں دلیل و شہادت کی کوئی بھی نظر ان پر کارگر نہیں ہو سکتی۔ وہ۔ اخloss مسندی کے ساتھ فصلی کر چکے ہیں کہ تیرید ظالم حق۔

کھوئے ہی حضرت علی و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بھائی
بے نیاں عقیدتوں کا تحفہ عطا کرتا ہے اور یزید کی نفرت کی
میگھول کرپلانی جاتی ہے۔ الگ اس ماحول میں سی بندہ خدا
کے ذہن میں یزید کے لئے حسن ظن نے جڑ پکڑا ہے تو
بے لگ تبصرہ تھمار کو گہری متاثر کے ساتھ مجسس کرنا
چاہئے کہ اس کے اسباب کیا ہیں اور جو دلائل و شواہد اس
حسن ظن کی تصویر ہیں اس شخص نے یہی کہے ہیں انھیں حسن
کے لئے کافی وجہ چاہدہ بھاگا جاسکتا ہے یا نہیں۔ یہ کہنا کہ:-

”انھیں اپنے اس تصور کی تائید میں جو کمزوری سے
کمزوریں بھی فراہم ہوئیں اسے بلا تکلف نظر کرتے
چلے گئے اور اپنے اس نظر پر کے خلاف الگ مضبوط
شیخبوط طبعیں بھی میں تو انھیں ”شیعت نوازی“
کہہ کر کیکر نظر اداز کر دیا گیا۔“

جلد بازی کا منظاہرہ ہے۔ آپ جن دلائل کو اپنے
علم و عقیدے کی رو سے کمزور اور جن چیزوں کو مضبوط سے
مشبوط قرار دے رہے ہیں انھی کے تعلق تو یہ شخص ایک رہی
کتاب سامنے رکھ کر گذارش کر رہا ہے کہ جہدوں کے فائدہ
پر و پیغمبڑے نے آپ کو متعارض دلائل کے ضعف و قوت
کا اندازہ بالکل قفل کر دیا ہے۔ قدرِ یزید کی شہادت مقدار
میں کثیر ہیں اس لئے آپ نے طے کر لیا ہے کہ ہر کثرتِ قوت
میں بھی زیادہ ہی چوری۔ حالانکہ بعض ایتم۔ نئے ذرے
ہزاروں میں لوہے کے انبار سے زیادہ قوت کے این ہوتے
ہیں۔ آپ نے قدرِ یزید کی روایات کا عام پھیلاو دیکھ کر
فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کا ذریں بہت زیادہ ہو گا جسالانکہ
چیز اس فٹ کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی روئی اُس لوہے
اور پھر سے آدھا ذریں بھی نہیں رکھتی جو شخص پائیج فٹ کے
طول و عرض میں سما یا ہو رہا ہے۔

یہ گذارش حق تھی یا ناقص اسی کو بارگاہ و علم و تحقیق
میں پہلے طے کرنا تھا۔ اس کے بعد کسی کو یہ کہنے کی کجا شکنی نکلتی
تھی کہ اس شخص نے کمزور دلائل پر تکمیر کی اور مضبوط شہادت
کا پیدا کر دہ نہیں ہو سکتا۔ احوال تو ہر سماں کو تصور کیا آگئے

مدد و مدد بھی نہیں جل سکتا۔ ایک ریاضتی داشتھرواد بکے میں اپنی
نکل آئے تو مذاق کا موضع بن جاتے گا۔ وعظ کے پرہمار
میدان میں ہر طرح کی جذبات خیز روانی میں خوب حلقوی ہیں۔ پھٹکے
اور لطیفے بھی بہار دیتے ہیں۔ چونکا دینے والی تعلیمیں اور قرآن
دینے والی حکایتیں بھی رنگ جاتی ہیں۔ مگر تاریخی و اسلامی
تھیقین کا میدان ان تمام دھیسوں سے خالی اور جذبات
کے غلط اذون سے خود سے۔ وہاں بھوئے پھر، گیم ریت اور
چلی راستے ہیں۔ صبر آزمائی گھاٹیاں ہیں۔ بگولے اور موائے
حکم کے جھوٹکے ہیں۔ میدان و خط کا اٹھو اور ہاں نکل جاؤ
وقب ہاتے فطرت کو خدا، استہزا کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

حال یہ کہ شکوہ ہر اس شخص کا ہے جس نے عباسی حصہ
کی کتاب کو نفرت و حقدار کے ساتھ درکیا ہے۔ لیکن شکوہ
ایسے لوگوں کا ہمود رہے جن سے بل و بر تر تو قوات کی کنجائی
تھی۔ جو کوئی انظری کے اہل اور بے لاگن کردن نقیب کے علمدار
تھے۔ انھی میں سے ترجمان القرآن والے جانب عبد الحمید
عبد اللہی صاحب بھی ہیں۔ انھوں نے تبصرہ کا آغاز از ہی
”خلافت معاویہ و زید“ کے مصنف کو اندر حصی اور یکٹھی
عقیدت یزید کا نکار قرار دینے سے کیا ہے۔ وہ نظر انہیں
”یوں نظر آتا ہے کہ فاضل مصنفوں نے سب سے پہلے
اپنے ذریں میں یزید کی نیکی اور پابازی کا تصور جیسا
تھا اور اس کے بعد انھوں نے مختلف کتب کی
دوقر گردانی کی۔“

یہ سارک بجا ہے یا جیسا۔ یہ الگ بحث ہے۔ طے
اوہ بے کہنا ہے کہ علمی نقد و نظر کے ترقی یا فتنہ معیار کو حدیثی
صاحب ہم سے زیادہ جانتے ہوں گے۔ کیا کسی ایسے کارنالے
پر و تھیقین اور لیسر تھے کے نام سے پیش کیا گیا ہو اسی فیصلہ
کی اندازی ناافت کے ساتھ نقد و نظر کا آغاز ہونا چاہئے
مان لیا کہ مصنف کے ذریں میں یزید کی نیکی دیکھا اور اسی فیصلہ
تصور جا ہوا ہے، لیکن یہ تصور ماحول یا انسانی و نرمی تصویرات
کا پیدا کر دہ نہیں ہو سکتا۔ احوال تو ہر سماں کو تصور کیا آگئے

افراز اور کی فلکیتی کھولنے کی اور جب شیعیت ایزدی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بزرگی پر غالب آئے کام موقع نہیں یا تو یہ چوڑٹ این عاشقان اہل بیت کے زنجون پر اور بھی شکن کا کام کر گئی۔ واقعہ سخت تھا۔ نامہ میں مسلمان سبط رسول سے محبت رکھتے تھے کذب دانہام کی گھستی کو کھاد مل گئی۔ جس نے چوڑٹ پر بزرگی کے خلاف آڑایا اور سبطر رسول کی سیکانہ شہادت کے تاثر میں جھوٹ اپنانے واقعہ مان لئے گئے۔

یہ ماضی کے دیزیر پر دوں ہیں بھی ہوتی حقیقت اگر ایک شخص کو رد ایات و اخبار کی بے رحمانہ تنقید اور کوئے جائزے پر آمادہ کردیتی ہے تو وہ یہ پوزیشن کیسے اختیار کرے گا اور البدایہ والنهایہ یا کسی بھی کتاب سے ان عبارتوں کے ساتھ ساتھ جھپسیں وہ اینی برحقائی بھٹکائے وہ عبارتیں بھی نقل کر دے جو اس کی نظر میں کذب و افتراء برسی ہیں۔ این کثیر الگ بزرگی مرح کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شہروں کی طرف اتنی تھا اور نماز کے معاملوں میں مرتباً تھا تو کوئوں شخص کیوں بزرگی باور کرے کہ جھوٹے پر و مکنڈے کا کچھ حصہ این کثیر کو بھی پھنسکی دے گیا ہے۔ این کثیر کوئی عینی شایدی نہیں ہیں۔ سیکڑوں سال بعد وہ ماضی کی داستان سپرد قلم کر رہے ہیں۔ ابتداء ہی میں تاریخ کے سرخی کو کذب و افتراء کی غلطات سے بھر دیا گیا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ جھاتھ سے محاط چھائیں والا بھی ایسا پاپی بتا رہا ہے جس میں غلطات کا کوئی میل ہی نہ ہو۔ پھر ان کثیر تو زیادہ احتیاط کے مدعا بھی نہیں۔ وہ خود بھی کہے گئے ہیں کہ کوئی بھی بڑا ایتیں میں نے اس نے نقل کر دی ہیں کہ اپنیں فلاں فلاں صاحب تھام ملماستے تھپین کے نزد مکاں فلاں فلاں صاحب تھام ملماستے تھپین کے نزد مکاں درجہ کے ہیں کہ ان کی کتابوں میں رطب دیا ہیں اور صحیح و غلط سب کچھ درج ہو گیا ہے۔

واعظ یہ ہے کہ اگر کسی تاریخ میں سور و ایتیں بزرگی کی تاریخ میں ہیں اور دو روایتیں درج ہیں۔ تو عین قریں قیاس

پیاروں کو صحیح و غلط کا آخری معیار قرار دے کر اور جن تصورات حقائق کا معااملہ فیصلہ طلب ہے اسکی کو نیادی دلیل بنا کر تبصرے کا آغاز کروں گے تو عدل و تحقیق کا عمل کیسے ادا ہو گا۔

اپنے چند مشاوروں اور دلیلوں سے جس طبقی ہے اذ این عباسی صاحب کو محروم اور بد دیانت ثابت کرنا چاہا ہے وہ عام قسم کی کتابوں کے تبصرے میں تو گوارا کہا جا سکتا ہے لیکن ایک اس طرح کی کتاب کے تبصرے میں جو صدیوں کے جمادرو مقبول تصورات کے خلاف ایک نگینہ جلتی ہے کہ مامنہ آئی ہے اس کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے اسی جا سکتی۔ بہتر اس گھرائی تعلق اور جفا کشی کی ضرورت تھی۔ آپ کہتے ہیں — اور بعض اور لوگ بھی کہتے ہیں کہ عباسی نے "البلوار والنهایہ" سے درج بزرگی کی عبارتیں تو نقل کر دیں، لیکن قدح بزرگ کے فقرے چھوڑ دیئے۔ جملہ شبیک ہے۔ کیا ہم کسی امریکان کسی جو من کسی اور پین کی کتاب سے وہ عبارتیں بعد شروع نقل نہیں کر دیتے ہیں جن میں ہمارے پیغمبر ہمارے اسلام اور ہمارے کے خلیفہ راشد کی تصحیف ہوں۔ اس وقت یہ کوئی نہیں کہتا کہ تم بد دیانت اور محروم ہو۔ اسی کتاب میں ہمارے پیغمبر نے اسلام کے خلاف یہ بھی لکھا ہوا ہے اسے کیوں نہ نقل کیا۔ فقط تعریفی فقرے کیوں نے اڑے۔

"البدایہ والنهایہ" قرآن نہیں ہے کہ اس کا حرف حرفت دیجی ہو۔ یہ ایک غیر عصوم کی تالیف ہے جس کی کچھ پاتیں ایسی بھی جا سکتی ہیں اور رد بھی کی جا سکتی ہیں۔ ایک شخص تاریخ کے گوناگون و فرز کی چھان بین کرنے ہوئے اس نتیجے پر بچا ہے کہ بزرگی کی شہیدت کو ایک گروہ نے انداد اسی میں تاک لیا ہے اور اپنی آئندہ یادوی کے فروع کی خاطر اس سے ہر بڑائی مسویب کر دیا اور اپنے منصبی قرار دیا ہے۔ بزرگ اس بارہ کا بیٹا ہے جس نے حضرت علیؑ کی مظلوم العذانی قول نہیں کی تھی اور میدان کا رزاروں میں ثابت کر دھکایا تھا کہ صور حملت۔ نے جسیں الفہرماں کا تاریخ اسی کے سر کو زیادہ زرب دیتا ہے۔ حضرت علیؑ کے غالی شید ایک کو یہ تاریخ حقیقت تھیوں نکر مضم ہوتی۔ انھوں نے دروغ و

دیوں کبھی یا جاتے کہ وہ اس کتاب کو اصلی مأخذ تسلیم کرتے ہیں اور پھر اس کتاب سے ان کے خلاف مدعاؤ کوئی بات لفظ نہ رکھ سکے فیصلہ دیا جائے کہ اسے بھی صحیح نام و نہ رسم تحریر ادا باقی رکھنا شہادت ہے حقیقی ہوا۔ این کشیر کی الہادیہ والہیا یہ کے تمام صفات درجات شرط صحیح ہیں نہ غلط۔ وہ توں ہی تو عکس کی چیزیں سمجھی جاتی ہیں۔ جو شخص حقیقت کے بعد فیصلہ کر چکا گئے ہیں وہ کسی قدر مفترزا سرکذب و افتخار پر مبنی ہے اور نہ یہ میں اندازہ برتریت کچھ خامیاں تھیں بھی تو اپنی تصور اور ہزار سے ضرب دلکھیلایا کیا ہے تو وہ کیسے این کشیر یا اسی بھی مورخ کی ان روایتوں یا رایوں کو وضع مان لے گا جن کے تاریخ پو فریب خور ویگی اور زور دے عباری سے بننے ہیں اور جن کے دانٹے اسی فاسد سرچشمے سے ملے ہوئے ہیں ہے اب وغیرہ اور ہذا نام کلبی جیسے نام نہاد فہرستہ طرازوں نے اپنے کفرے دھونے کا مالا بہنا چھوڑا تھا۔

- آپ فرماتے ہیں :-

”عباسی صاحب نے یہ کی منقبت میں صحیح الجھاری کی
یہ حدیث تو سفل فرماتے ہیں کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا میری امرت کی بھی فوج جو نصر کے
شہر سقط نہیں پر چاد کرے گی ان کے لئے منفرست“
مگر کیا وہ دوسری حدیث ان کی نظر سے نہیں کڈڑی جس
صاحب بیوی الحمالی نے طبرانی کے حوالے سے سفل فرمایا۔
”اللہ جھوٹ اپنی مرنے پر قلم کیا اور اپنی خوارڈ
کیا تو بھی اپنی خوف زدہ کر اور اس پر اللہ اکے
فرشتوں اور پری مری نوع بوثی کی الحنت ہو۔ ان گی
خوف تو بہ قبول کی جائے گی اور نہیں ان سے فردی
نیوں کیجا جائے گا۔“

یہ انداز تبصرہ کئی اعضا سے ناخوشگوار ہے۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ بخاری حدیث کی مقبول ترین
نکایت، اس سے الگ کوئی روایت راویوں کی تصریح کے
غیر بھی نقل کر دی جائے تو اسے عموماً قابلِ اعتماد مانا جاتا ہے۔
لیکن طبرانی کا یہ پابھنیں طبرانی سے الگ کوئی معتبر ایک

بے کہ دور دا سین قابل قول یوں اور نسوانی شوقاً قابل
رد یا کیونکہ ایک تھے گیر اور طوفانی پر و میکنٹسے کی موجودگی
میں بھی درج یزیدی کوئی روایت بھی رہ گئی ہے تو
تابت ہوتا ہے کہ یزید کے بعض اوصاف بہت ہی غایل
اویں مسلم الشہوت تھے کہ انکی روایت کو فرمائی پر و میکنٹے
کا مقابل بھی نہ ڈبو سکا اور جو لوگ یزید کی قدرخ کو
میں جی سمجھتے ہیں وہ بھی ان روایتوں کے ذکر پر محصور
پوچھئے۔ سخت اضوس ہے اُن اہل علم پر جو کہ بلاقی روایات
کے مسلمان میں تو اتر اور اجماع دغیروں کی اصطلاح میں بلا تکلف
استعمال کرتے ہیں۔ اخیں نفرت و عقیدت کی کشائش
میں اس بیماری سمجھتے کوئی نہیں بھولنا چاہیے کہ منع اور دہانہ
فیر مشکل کہ یہ بھی تو اتر اور اجماع دغیرہ کی مقدس اصطلاح
قابل استعمال ہوتی ہیں۔ اگر تاریخ کہ بلا کا منع ہی مشکوک اور
مشتبہ ہے تو سارے اعلام مل کر بھی فرض یزید کو اتر و اجماع
کی اصطلاحی تقدیس سے مر پوٹ نہیں کر سکتا۔

البدایہ والنهایہ کے تعلق سے جو بھی اعتراض
سد لیقی صاحب نے کئے ہیں ان تفصیل گفتگو تکمیل ہوئے
قبل و اقتباس کی متفاہی ہے۔ ہم صرف اتنا ہی کہتے
رہ جاسی صاحب اگر البدایہ والنهایہ کی میں اسی عبارتوں
ولائیں نہل سمجھتے ہیں جن سے مدح یزید کا یہاں نکلا ہے تو یہ
تس حسن طعن کی روشنی میں بد دیانتی ہمیں کھلائی گا جو اخیں
پسی تحقیق کے ساتھ میں یزید سے پیدا ہوا ہے اور اس تحقیق
والاخنوں نے اپنی کتاب میں شرح و مبسط سے پیش کر دیا ہے
جو بکر و غریب کی منقیت میں اگر ہمیشی لفڑی پر سے بھی
کوئی پیراگراف ملے تو ضرور اسے ہم نقل کریں گے، لیکن
آن تمام موشکانیوں کو قطعاً نظر انداز کر دیں گے جن سے
جو بکر و غریب کی مذمت نکلتی ہو۔ یہ بد دیانتی ہمیں، بلکہ
تحقیق لوار اثبات مدعای کا ایک اسلوب ہے، جو ابھی
ہے نہ حسرام۔

یہ بھی ایک سفطہ ہے کہ اگر عباسی صاحب اپنے
شہادت مدعایں تو سی کتابے جگہ جگہ عبارتیں لقول کرتے ہیں

ایسے ارشاد سے معلل اور یہ اثر پر گئی ہو جس میں معین افراد اشخاص کا ذکر نہ ہو، بلکہ حکم عام بیان کیا گیا ہو۔ شیخو حضرتؑ کے یہاں تو بے شک یعنی ملتی ہے کہ ہلاسے خلفاء والشکر لئے جنت کی بشارت زبان پھیرتے صادر ہو چکی ہو، لیکن ان لوگوں نے چونکہ وہ بُرے افعال کئے جن پر سزا کا قردم دیگر احادیث اور آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے، لہذا بشارت معلل ہوئی اور یہ سزا اور عذاب ٹھیرے۔

گریم اول صفت تو ایسا ہمیں بھتے۔ ہمارا طرزِ فکر تو یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کا قول اصل ہے۔ باقی ہر حیز کے تابع۔ اللہ کار رسولؐ اگر کہتا ہے کہ فلاں جماعت کی مغفرت ملے ہو گئی تو ہم تاریخی ان تراجموں کے ذریعے اس مغفرت کو دامنامیٹ نہیں کر سکتے، بلکہ تاریخ کو قول رسول کا تابع بنائیں گے اور ملے کر سن گے کہ ہر وہ تاریخی کہانی جھوٹی ہے جو اس جماعت کے کسی فرد کے ساتھ ایسے فعل و عمل کو منسوب کر رہی ہو جس کے انتکاب سے مغفرت حوال ہو جاتے۔

اسی جماڑِ قسطنطینیہ والی جماعت کو مجھے۔ تاریخ نہیں بتاتی کہ اس میں کا کوئی فساد درتہ ہو گیا ہو یا نہیں اگر وہ بتاتی تو ہم اس کی طرف سے نہ چھپر لیتے۔ یہ کسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول کی مشین گوئی فلسط چو جاتے۔ اس جماعت کا ایک فرد بھی مغفرت سے محروم رہا تو سوری مشین گوئی کا انکار اسی طرح لازم آتا ہے جب طرح قرآن کی ایک سورہ کا انکار پوچھے تو قرآن کے انکار کو مستلزم ہے۔ اس یہ کہدیجی کے بخاری والی روایت کو ہم قول رسولؐ نہیں بھتے یا اس کی جیشیت مشین گوئی نہیں ہے تب بحث کا رُخ بدیں جاتا ہے۔ مگر جب تک آپ یہ نہیں گے اس رُخ سے ہم گھشت گو نہیں کریں گے۔

تمسی بات یہ ہے۔ اور یہ خاصی افسوس ہے کہ طبرانی والی روایت آپ نے اسی مفروضت کی بیسا در پیش کر دی ہے کہ نریدہ کے بالے میں اپنی مدینہ کے ساتھ

روایت نقل کر دیتا ہے تو وہ اتنی وزنا در نہیں ہو جاتی کہ اس کی حقیقت یعنی کے بغیر یہ اسے بخاری کے مقابلہ پر پیش کر دیا جائے۔ یہ بُرے بھی اسی بات سے جسے فن کے بندہ ہی بھی جانتے ہیں۔ آپ کے خیال میں الگ طبرانی کی یہ روایت لیسے ہی مفہوم کی حالت ہے کہ اس کے بعد بخاری کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنا اور اس سے دلیل پکڑنا جرم میں جاتا ہے تو اس مفہوم کی توضیح سے پہلے ہی آپ کو یہ بھی واضح کرنا چاہئے تھا کہ فن کے اقبال سے یہ روایت بخاری کی مذکوری ہے۔ اس کے بعد مفہوم کی توضیح کر کے یا تو بخاری کی روایت کو ناقابلِ اعتماد فساد دینے یا پھر تطہیہ کی راہ دھلتے۔ لیکن جواند از آپ سے اختیار کیا ہے وہ تو انکار حدیث کے اس دور پر فتن میں بُرے خراب تاثرات پیدا کرنے والے ہے۔ جو لوگ انکار حدیث کی آفت میں بٹلا ہیں یا بھائی پوری طرح تو بٹلا ہیں ہوئے ہیں مگر ذبیب ضرور ہیں وہ آپ کا تبصرہ پڑھ کر اس کے سوا کیا ہو چکی گے کہ یہ حدیث کا تقدیمِ عجب ہے۔ ایک صاحب حدیث کی صحیح ترین کتاب سے کوئی حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ صرف صاحب حدیث کی ایک انتظام رتہ کتاب سے دوسری حدیث پیش کر کے یہ ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ یہ دوسری حدیث پہلی کی خدیجہ اور پہلی حدیث سے استدلال کرنا جرم ہے۔ یہ بات معمول ہو سکتی ہے اگر دوسری حدیث کو دلائل سے محبرا در بھلی کو غیر معتبر طور پر داجانا۔ یہ کوشک تو یہ ہے کہ پہلی کو بھی معتبر ہی مانا جا رہا ہے اور دوسری کی صحیح پڑھی اصرار ہے۔ اس کا تو مطلب یہ ہو کہ اللہ کے رسول مفتاد یا نیں کرتے رہے ہیں اور امرت کا فرض ہے کہ اس تضاد کو عین دین ملنے اور ایک تطہیہ کی کوئی ضرورت نہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ طبرانی والی روایت کو پیش کرنے کا مطلب اگر ہے کہ آپ نے دیکھی نہیں ایں مذہبی ظلم کرنے والوں میں تھا تو ایسی کوئی مثال پیش فرمائیں کہ افرادِ معین کے سلے کی ہوتی اللہ کے رسول کی مشین گوئی خود ہمتوڑ ہی کے کسی

کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ کیسے قسم ہے
قیاس ہو سکتا ہے کہ اسی زمانے میں صحابہ اور تابعین کی
سر کردگی میں خلفین کے خلاف تادی کارروائی کرنے
والے مسلمان پاپی اچانک ایسے بنے جا، بد کار مفک
اور درندے بن کر نہیں ہوں کہ عین مدینۃ الرسول میں
رسول اللہ کے پڑو میوں کے حرم پر اُنھوں نے صاف کریں
پاک میوں کی عضتیں لوئیں۔ بچوں کو ذبح کریں تو
خلافت شعبہ میں آگ لگادیں۔

خدا دروغ باfon کو سمجھے۔ بڑی ہی ناپاک اور
گھناؤ لی داستان ہے جو انہوں نے اپنی بست کی
غالی عقیدت میں بنو امیرہ کو ذلیل و رسوائی کشی خاطر
گھر لی ہے۔ بنو امیرہ کی ناک کاشتے کے لئے انہوں نے
اس کی بھی پرواں کی کہ اسلام کی بیتال عسکری تاریخ کا
دامن اس اضاظ طرازی کے ہاتھوں کیسا داغدا رہا
جاتا ہے۔

محترم صدیقی صاحب! ایک عباسی صاحب
ہی اس سراپا کذب داستان کی طرف توجہ نہ کرنے کے
جرم نہیں ہیں وہ اب تحریر بھی جن کی اُب عقیدت تسلیم کرنے
ہیں اس داستان کو من گھر لوت ہی قرار دتے ہیں۔ اُب
تفصیل سرما کرایک رہا یہ بھی تو اس کیاں کی ایسی نکالیجی
جو فن کی کسوئی تیر خالص اُترتی ہو اور کیا دبایا جھوپیا
غیر قدر ادیوں کے شمول سے خالی ہو۔ تاریخ میں یہ شک
نی حدیث کامیار قائم رکھنا مشکل ہے لیکن جو تاریخی
کہانی صحابہ و تابعین کے سند پر کلاک ملتی ہو، جس سے
اسلام کی شہرہ اُفاق عسکری تقدیس مجروج ہوتی ہو اور
جس کی تفصیلات جسم پر لکھی طاری کردیے دالی ہوں کیا
انہیں یوں ہی سہل انتشاری کے ساتھ تسلیم کر لایا جائیگا
آپ چاولکتا ہوں اور پیش پان فادہ داستان پرست
جائیں۔ اصل مأخذ میں حق ریزی کر کے دیکھن تو شاید
حقیقت مخفی نہ رہے گی کہ دینی پر زیر یوں کی جس شکری کو ہر زہر
سراذل نے کوئے کذب و افتراء کے ذریعہ جرم غلط

فلم و سقاکی اور سیاہ کاری و بربرست کی جو کہاں باشائع
ذاج پر کی ہیں وہ سب سمجھی ہیں۔ انا لشکر وانا ایڈ راجون۔
اگر ایں بصیرت کے اُس حلقوے سے بھی جو اپنے منکری تھوڑا
معقولیت پہنچی اور حقیقی مراجع کے لئے مشہور ہے ایسی دگی
کامناظراہو ہو تو پہنچے تعجب کامقاہ ہے۔ آپ نے البڑی
والہما یہ سے ایک جہارت لقل فرمادی اور اپنا یقین تاثر
بھی پہنچ کر قلم کر دیا۔

یہی کو جمال فرار دینے کے بعد جو ظلم و ستم دھانے
گئے حورتوں کی جس طرح عصمت دری کی اگر ایم عصمت
بچوں کو جس طرح قتل کیا گیا اس کی تفصیل ابتداء ہے
میں ہی موجود ہے۔ یہ ساری داستان اتنی لطفگاہ
ہے کہ اُج پھر اس کے پڑھنے کے بعد جسم پر لکھی طاری
پڑھاتی ہے معلوم نہیں عباسی صاحب نے اس
طرف کیوں توجہ نہیں دی۔

لیکن کیا آنحضرت بھی خود بھی اس حقیقت کی رجت
فرمائی کہ قرون شہود لہما بالغین میں سے ایک قرن کے مسلمانوں
کو پہنچرین سم کے ذلیل متعفن جو اُن کام رکب قرار دینے والی
یہ ظلم و درندہ کی اگر دی کیا انی آپ تک پہنچی کس طرح اور اسکی
صداقت کا اثبات تو کجا حفظ امکان ہی کس حد تک تباہی ہے۔
حکومت قائدگری اطاعت سے انکار کر نہ والے قتلیل
سے گروہ کی سرکوبی کو اُگر جنگ کہا جا سکتا ہے تو چلے جو دامتہ
اُن زیر کے خلاف یزید کا عسکری ات دام جنگ ہی ہی بگر
یہ کوئی تھی جنگ نہیں بھی جسے مسلمانوں نے پہلی بار لڑا ہے۔
اس سے پہنچے اور آگے مسلمانوں نے بے شمار جانیں لڑی ہیں
امصار و دیار اشتعح کئے۔ تخت اُسٹھنے۔ بغاوتیں بائیں
تھیں۔ آسیں میں بھی دست و گریاں ہوئے تھے لیکن تاریخ
پیکار پیکار کر کہہ رہی ہی کہ حورتوں نے عصمت دری کا سیاہ
کار نامہ اکھوں نے بھی انجام نہیں دیا۔ بچوں کے خون سے
ہرگز باختہ نہیں رنگے۔ یہ وہی زمانہ تو خا جب پھر ہی دن
ہوئے اسلام کے شکر کا فرود کی ملکتوں میں فاقہ دادا خال
بھئے تھے لیکن مفتوح قوم کی حسیناؤں اور پری جالتوں

رسول کی خدائی کا دلکشا بجانے کی ہوں میں نام کے خدا معاشر
کو بد نہاد دنیا پرست اور ظالم دبے چڑھو کرنے کی سعی
کرتے ہیں۔ وہ بہت خوش ہے کہ ایک ایسی فوج کے عتل جنیزیہ
نے جا طور پر با غیوب کی اور پس کیلئے بھی تھی کہ تائز دینے میں
کامیاب ہو گیا ہے کہ وہ سرسر غنڈوں اور لفڑوں کی ٹولی تھی،
جسے اسلام چھو کے بھی نہیں کیا تھا اور جس پر اُس قرن مبارک
کے مسلمانوں کے اخلاقی و عادات کا سایہ تک نہیں پڑا تھا۔
حالانکہ خاتم الحرام ! اس فوج کے لکڑاڑ رسول اللہ

کے عزیزیدہ صحابی سلمان عقده تھے اور متعدد اور اصحاب بھی
ہم کا ب پختے۔ تابعین کی تو کوئی بھی تھی نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ
سپاہی جو کچھ بھی کرتے پھر میں نیک نامی بارساوی کا سہرا کا لادر
بھی کے سر بن دھتا ہے۔ بربریت کی شہرت با فتنہ کھافی کا تو
حائل ہے ہوا کہ بھوں کے قتل اور دشیانہ شہوت راتی کا لکڑاڑ
ایک صحابی ہی کے سرگما۔ ایک صحابی ہی کی سرکردگی میں وہ
ناکھیل بھیلا گیا جس پر آپ نے یقین کر لیا ہے۔ ایک نیز
جو قشدا راسی کا نام ہے۔ یہ زیدی کی بدنامی بھی ضرب در ضرب
بڑھ گئی اور صحابہ کی مظلوم بروز سو ای اور نذیل میں بھی چار جا لگ
گئے۔ آپ کا یاد ہے کہ جو کامیابی چل ہے مدحت حسین کی خاطر یہ
سب کھو دی وجہ سے قبول کرے۔ ہم توجہ تک تو فری در دیا
سے اثبات نہ کر دیا جائے کجھی ان لرزہ خیز سلوکات کو قبول نہ
کریں گے۔ ہم مکروہ اور بد میثرا دیوں کی زبان سے ہرگز نہیں
ستھانا ہٹھنے کہ قرون مبارک میں بھی مسلمانوں نے جوانی شہوت
راتی اور لھناؤ نی عصمت درجی کا وہ ذیل بھیلا ہے جو بعد
ہی کے لوگوں کو زیر ب دیتا ہے۔

اگر کم جاہل اور کندہ نا تراش ہیں تو آنحضرت کو شرح د
بسط کے ساتھ بتانا چاہیے کہ زیدیوں مدینہ پر فوج کی کوتے
میں خطاو اور تھا اور حدیث طریقی کی زد اس کی بجائے ان
اٹھتے گزر کر نیوالوں پر کیوں نہیں پڑتی جھونوں نے اس کی فوج
کھشی سے قبل ہی حرم میں لوگوں کی گرد نہیں ماری تھیں اور مکاری
افسر کو ہلاک کر دلا تھا اور کیسے ثابت ہو گیا کہ زیدی کی
فوج نے وہ تمام شیفت پھیلا تھی جسے امراء تبع باور کیا۔
(یا تو پر صفحہ ۵)

پاور کر دیا ہے وہ ایک ایسا جائز اور آئینی اقدام تھا جسے دین
اور دنیا کے کسی آئین کی روشنی میں شایستہ کیا جا سکتا۔
آخر دنیا کی کوئی حکومت چو میں شہر یون کو معافی کا پرداز انتہے
سکتی ہے اچھی حکومت وقت کی اطاعت سے انحراف کرتے
ہوئے اپنی حکومت قائم کرنے کی تلاک و دوسری صورت ہوں
یعنی یہ تو چھڑا جھمل دھاما۔ پر من بات چیز سے معامل
سلکنے کی سعی کی۔ حکمہ عدالت ڈھمل دھی۔ پہلی جماعت جو
جناب عبداللہ بن زید کی مستذمی اس کا امیر ان کے بھائی
ہی کو بنایا اور صفات صاف بدل دیا۔ لیکن فتاویٰ حکم عدوی
ہی کی صورت میں ہے۔ نہیں کہ جاؤ اور کاٹلو۔ مگر عبادتیاں بن
زیر نے اپنے بھائی کو بکڑا لیا اور مار دی کے ہلاک کر دے الہ کل
ہی کئے پر اس نہیں ہوئی لامپتی کو سولی پر لٹکایا۔

زیدی نے اس پر بھی کوئی طوفانی دھادا نہیں پولی بلکہ زمی
کے ساتھ اصلاح حوالی کو شش کر دیا۔ لیکن ابن زید نے بھر
ایک موقع پر سرکاری منقاد کا تحفظ کرنے والے پچاس دیوں
کو ٹھیک حرم میں ذبح کر دیا۔ اس المذاک حموریت حال میں
بتاؤ تو دنیا یادیں کا کو نسا قانون ہے جو ہر حکم دیتا ہو کہ حاکم
وقت ہا قدر ہا تھوڑے بھٹکا ہے اور با غیوب کی اس لئے
سرکاری نہ کرے کہ وہ حرم میں تشریف فرمائیں۔
مگر من لمحے کا اندر ہاد صندھ چڑھائی پھر بھی زید نے
نہیں کی۔ متعدد سیاسی و امنیاتی نوع کی کوششیں اس وقت
بھی جاری رکھیں اور جب با غیوب کی طرح بھی اطاعت
قبول نہ کی تو اس وقت بھی فوج بھی اسے یہ اڑو نہیں یا
کہ طرحو اور کھل دو۔ بلکہ تمام محنت کی تعلیم دی۔ یعنی با غیوب
کوئی نہیں دن کی ہلت دو۔ بازاں جائیں تو لڑائی بھڑتی کچھ نہیں۔
پہلے زمانیں تو بے شک علمی پانے کی کوشش کر د۔

ان حالات میں اگر آپ طبری والی روایت ماننے
لاستہ ہیں تو الصاف فرمائیے اس کی زو نہ پر پڑتی ہے یا ان
لوگوں پر حمدونے اقتدار و وقت سے مغل سرکشی کی اور اپنی عجزی
سرگرمیوں کے لئے کے اور میتے کو پنا گاہ بنایا۔
ایک گروہ کا شروع ہی سے یہ وظیرہ ہے کہ وہ خانوادہ
لما خال کو کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

روزیت بلان

از: حضرت سرلا نافیٰ مشتبیح حسنا، منقیٰ عظیم پاکستان

نے ایک بڑی چمدگی اختیار کی، اور عام مسلمانوں میں سخت
اعضراں پر اور بہت تھنی پر مدد اکر دی۔ اس لئے اس وقت
سلطوں رزیں نکھنے پر مجبور ہوا۔

بیش از اس وقت اس رات کو خیر خودی بھتا ہوں
کہ می خود انتشار و اضطراب کی طلبی سے پیدا ہوا
خودی یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس کے اسداد کی راہ

کئی سال سے پرستہ ملکہ اسٹان اور خصوصاً کراچی کے
اجاراءت میں زیر بحث تھے، اگر قوبیت کے اختلاف اور اخلاقی
کا سبب بزاری۔ اخبار میں یعنی میں یہ رنگ کر کر دو نوں
طرف کوئی کسی کے لفڑی، فضل کو نہ ملے۔ دل و در غرض سے
پہنچے تو چند کمیتے تیار نہیں تھا موتی بابر نظر آئی۔
لیکن اس سال عجید کے وقوع پر کراچی میں اس نہیں

محی موجود ہیں تو اس سے ہر فنا کام لیا جائے خاکار اور نوئیں خارش پر اعلیٰ پھیلے تو ان سے وان بر پڑ دل دیں۔

لیکن جب بیان ہوگا کہ ضرورتیامت دوسرے طکوں سے والبستہ ہوئیں اور ایک قاتد ایں کے افراد مختلف ملکوں میں پھیلے تراجم روایاتی خبرورتی پیش آئی جو اصل کے سال ہماں آئے۔ قدرت سے اس وقت کے لوگوں کے دل و دلاغ اس کام کے پھر لگا رہی اور ان کو اُمی پُر در لکڑ دیدھوڑھوئی بہار دش و چلنے کے طریقہ بھاونتے ہیں کی جو قرآن کریم نے پھنس کر رکھی تھی، کہ ہبہت سی خروج اضافی کو ایزوں ملکوں اُوٹ پھر بخوبہ کاڈ کر کر فرمایا۔ دیگران، ماں کا تعلمو، بھین اُس نے زمانہں الترمذی ایسی سواریاں پیدا فرمائیں گے جن کو تم نہیں جانتے۔ اس وقت اگر بھوٹ اور ریل کے نام اس جگہ لکھ دیئے جائے تو اس وقت کی مخلوق ان کو تکمیل پڑھانی پڑے جاتی۔ اس نے نام پڑھنے کے بجائے اتنا بتلو بیکار اور بھی طرح طرح کی سواریاں پیدا ہوں گی۔ اب چاند نگہ پہنچانے والی سواریاں تھیں ایجاد ہو چکیں تھیں کہ اس میں داخل ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں سے صبح ہی صبح ضرورت پیدا ہوئی تھیں وہی بیجا داد کی سکوتی کی طبقہ میں ایسا ملکہ کے دفعے تباہ کر دیئے جائے۔ اسیں نہ ہوگوں کے دفعے تباہ کر دیئے اور ان کو طریقہ بھجا دیئے۔ ایسیں نہ پھیلے لوگوں کی سب وقوفی کا کوئی ثبوت ہے نہ آج نہ لوگوں کی بیڑی دشمندی کا، بلکہ ضرورت کے تابع حق تعالیٰ کی نعمتوں کا افہام ہو رہا ہے۔

جن طرح پھیل صفتوں سے پیدا ہونے والی اشیاء ضرورتیں اللہ تعالیٰ کے احکامات تھے اسی طرح آج کی سائنس کے قدیعہ پیدا ہونے والے نئے نئے اکاٹ اس کی بیوی ہوئی تھیں یہیں اس ان سے وحشت کرتا یا ان کو ہر اگھنا کوئی دین کی بات نہیں بلکہ وہیں کی تھیت سے ناداقیت ہے۔

الترمذی اسی اُن سبب کی راستھ باندھی گھاٹا ہے کہ لاند تعالیٰ کی اتنی شرتوں کو اس کی ناشرعاں اور ناجائز کا ہمیں خالہ نہ کرو۔ یا اپنے طریقوں سے استعمال نہ کرو جس سے اسکو دریں جو روح جوں

کلاش کی جائے۔ اس نے یہیں طک کے عالم سماں توں سے اصل اور یاستان کے نام پر اپل کرتا ہوں کہ اس جزوی اسلام کو اسی تھاں کا ذرع دھیل کا ذرع رکھتے رہتا ہے۔ بلکہ تھدیتے دل و دلاغ سے ایک دوسرے کے لظیہ اور سبقت کو سمجھتے ہی کوشش کریں اور یاہی مقاہمت سے رہیت ہلان کا کوئی ایسا لطمہ قائم کریں جو شرعاً اصول کے سطاق اور مسلمانوں کے سطاق پر ہر طبقہ کے لئے قابل تبریل ہو۔

سائنس کی مفیدی بیاد اس نے خداوندی ہیں افران کریم انکو شکر گذاری کیسا تھا استعمال کرنا چاہیے کا ارشاد ہے خلک نکر کر مافی الارض بخشی بخشی کا دشمن تھا نے جو کچھ زمین میں پیدا کیا ہے وہ سب کا سب تھا لئے پیدا کیا۔ سائنس جو دیدہ ہے باقدام دریوں کا دائرہ عمل اتنا ہی ہے کہ خداست تعالیٰ کے سید استھے ہوئے خزانی دو فاقہ کو کچھ بوجھ کے ساتھ مجھ میمع استعمال کرے اور انسانی ضرورت یا ان سے پوری کرے۔

سائنس کی جیز کو پیدا نہیں کرتی بلکہ قدرت کی پیڈا کی ہوئی جیز دن کا استعمال سمجھاتی ہے۔ سائنس کی حرثی کا گھاٹ بھی ہے کہ اُن جیزوں سے زیادہ کام نہیں۔ اس حوالہ میں عقل من را درد بے وقوف کا فرق اتنا ہے کہ بے وقوف تندیقی جیزوں سے فائدہ اٹھانا ہمیں ہاتا ہے ملکہ مند اُن سے طبع طبع کے خاندے اُنھا لیتے ہے۔

الظرف شانہ کی علوت یہ ہے کہ صبح ہی کی جیز کی ہوئی ضرورت دنیا میں پیدا ہوئی جاتی ہے اُسی کے مناسب اس زمانے کے لوگوں کو بقدر اور ضرورت تھی تھی تکمیل اسکیں استعمال باشہد کی کھاڑتی ہیں۔ پھر اس میں جب موصلات یعنی اسی جیزوں میں پر علکہ ہر خلدا بی اُنی ضروریاً یا اس کے خود لپیٹھا۔ خاندان کے افراد میں طکوں میں پھیلے ہوئے تھے تو جیز فرار سواریوں اور ریڑ لارسکی ٹیکیوں یعنی گرات کے ذریعہ ہائی ریل پل پر اگرستہ کی چند اس خروجت نہ فحی۔ پڑھوں کی نہیں اُس وقت ہوئی زمین۔ کہیجے ہبہری ہمیں اور جہاں کچھ نہیں پر

وہ ممکن تو قدر کرنا اور جسے اجازت دینا کوئی تصور رواز نہ کی پڑھنے کے ساتھ سے ان کوئے دوقت بنایا جائے بلکہ علماء کی حقیقت شناسی اور اثبات حق اور حق پرستی کا کاملاً ثبوت ہے۔ تمہارے ہاں میں بھی اگرچہ ایجاد اسے اس حد تک کوئی مدد لی جائے جس کے اسلامی اصول مجرد حرف نہ ہوں سکا کس کو نکار ہے اس نے اس معاملہ میں کوئی لفظ لکھنے پڑے پہلے شروع ہری یہ ہے کہ اسلامی اصول کو بالکل خالی الفتن ہو کر دیکھا اور دیکھا جائے۔ پھر یہ دیکھا جائے کہ وہ مذکورے میں آلات صبریدہ کا استعمال ان اصولوں کو مجموع کرتا ہے یا نہیں۔ اب ذرا اس کی تفصیل سنئے۔

عید ما بقر عید ہمارے تھوا نہیں

سب پڑھیں
اذہن نہیں کہ لیا ہے
عملات ہیں

یاد ریا کوئی دوسرا اسلامی تصریح یہ ہے کہ دنیا کے تھوا رو کی طرح تھوا نہیں۔ بلکہ سب کی سب عبادات ہیں اور عبادت کا فعل اطاعت و فراہیرداری ہے کہ حکم ٹاؤں کی نسل کی جائے۔ اس میر کسی کی حقیقت وہ اسے پرداز نہیں۔ عبارات میں جس قدر قبود و شرائط ہوتے ہیں وہ سب کی عملیت کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز پا بخ کیوں ہوں کم و بیش کیا ہر جس ہے۔ نماز کے اوقات دہی کیوں ہوں جسیں از رو سے شروع ان کو رکھا گیا ہے۔ دوسرا۔ اوقات میں کوئی نماز کے اركان تلاوت، سچر، کوع و کجد پڑھنے و دع سے ادا کرے تو اس کا اعتبار کیوں نہ ہو۔ نماز فری کی وجہ اور نہیں تھر کی چار مغرب کی تین رکعتیں کیوں ہوں پا بخ اور جسے رکھات کوئی پڑھے تو کیا گناہ ہے۔

ان سب موالوں کا جواب اس کے سوا نہیں ہو سکتا کہ افتخاری کا حکم اسی طرح ہے اس کی تعلیم ہی کہ امام اور پڑھے اپنی رائے سے اس میں کمی بخشی یا اوقات کا فخر کوئی معقول بات نہیں۔ ٹھیک اسی طرح روزہ ہے۔ مفعول اس سے فروغ نہ کیوں ہو۔ عذر ایک کوئی رکھنے تو کیا گناہ ہے۔ ۲۹ یا ۳۰ دن کے بھائے کوئی اکتیں ورنہ رکھنے تو کیا ہر جس ہے۔

ای وحی کے بنیاد، توبہ، ٹھیک اور طرح طرح کے بھائی مجاہد ہوئے کھجور کی خالی یا غیر خالی کے دل پر یہ وہ سے بھی نہیں آیا کہ موجودہ جگوں میں ان کا استعمال کرنا کوئی گناہ ہے۔

بھائی مجاہد تو بغیر کسی رکاوٹ لے کے مسلمانوں میں ان کو صرف اپنے دیوبنی کا مولوں میں بلکہ دنیٰ امور میں بھی استعمال کیا۔ اسی طرح لاٹکی پیتاں میلی گرام، زندہ یا آرکیلیت ایکاروں سے تو بغیر کسی حداست کے درمیں اور دیوبنی کا مولوں میں مسلمانوں نے علماء کی بدایات اور فتویٰ کے موافق استعمال کیا۔ البته ان پڑھوں میں علماء نے اس کا لحاظ ہر قدم پر رکھا کہ ان چیزوں کا استعمال اسی حد تک ہے۔ جہاں تک قرآن و سنت کے بخلاف ہوئے اصول مجرد حرف نہ ہوں۔ مکبرۃ الصوت پر آذان، خطبہ، تقریب و خدا کو کسی عالم نے نہیں تو کا صرف خانہ کے معاملوں میں ایک اصول پر زد پڑھنے کا امکان تھا۔ اس کے ماتحت میا انس داؤں کی کملت اقوال کی بتا پر علماء کی رائی کی مختلف ہوئیں ایکو نکد مانس داؤں میں بھیستہ اس کی آواز کو حکم کی اعلیٰ آواز تباہیا بھعنے تلقی قرار دیا اور یہ اختلاف اسی طرح اکچھی جاری ہے۔ اس میں جدید پڑھوں سے ادا قبیت یا انفتر دبیت کا کوئی دخل نہیں۔ اصول کی میانا غفت یا مخالفت کا معاملہ ہے۔ غیرہ مذاقی کے تمام جدید آلات کی خوف کو خبر کی حد تک بلا اختلاف سب علماء نے قبول کیا۔ مگر جہاں ضرورت شہادت کی اور شاہد کے سامنے اگر میان دینے کی تھی۔ اس میں نہ دینا کی کسی عدالت نے ان کو کافی بھاجاتے علماء نے اس پر شہادت لینے کی اجازت دی۔

اس نے تھی حالات کا جائزہ لئے بغیر علماء کی طرف یہ مسوپ کہ دینا بالکل خلاف الصاف و اور خلاف واقع ہے کہ دہ جدید پڑھوں کو اپنی ناؤ اقیمت کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں اور پھر جب وہ حقیقت بن کر سامنے آتی ہیں تو سیم کرنے پر بغیر بھینتے ہیں۔ ہاں یہ بہت ممکن ہے کہ کسی جدید ایجاد کی پوری حقیقت سامنے آئی سہ پہلے اس کے متعلق پچھے شہادت ہوں اور اس کے واضح پوجا نامے کے بعد رفع ہو جائیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اصول دین سے متصاد نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ابتدائی

لئے نہ اشیں تائیخ شرطیت ہے تھیں۔ وہ ۲۸ تاریخ کو اور اس پہلے بھی انسان کی بلند اوقی سے ایسی دُور میتوں کے ذریعہ جما جا سکتا ہے یہ انساب کی خطاوں کو انسانی نگاہوں کی سامنے حائل نہ ہونے دیں۔ سُکُل الصرف درجہ کا ہونا تو ۲۹-۳۰۰ کی بحث ہی جنم تھی اس سے بعد یہ طور پر مسلم ہو گیا کہ ان تمام معاملات میں جس چیز کا اختصار شرعاً مایا گیا ہے وہ جاند کافی کے اور موجود ہونا غیر، ملک اس کا قابل روست ہونا اور عالم آنکھوں سے دیکھا جانا ہے اور اس پر صرف رمضان سے بعد یہ کام ادا رہیں شریعت اسلام کے ہزاروں معاملات سے متاثر ہوتے ہیں۔ نکاح و طلاق مدت وغیرہ کے مسائل پر اس کا طبق اثر پڑتا ہے اور قدیم اسلامی دُور کی طور پر ایک میں اسلامی تاریخ ہوں یعنی اس کا مسئلہ بن جاتا ہے جس سے ملک بھر کے سلسلے معاملات اور مقدمات اور فائز سب ہی خاتم رہنے ہیں اس کو سری تقریب باہر اٹھ کر کیا جائے گی تالیسا کوئی معمولیت نہیں رکھتا اور جبکہ یہ بات اٹھ ہوئی کر شیش تائیخ کو جاند ہونے یاد ہونے اور اس کو سلیمان کے یاد کر کے کام ادا رکھوادیا تو یہ تقریب کا وقت تھیں کہ یہاں کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک بھادت کے قسم اور دُور کی امور و شروع ہونے کا سلسلہ ہے مثلاً رمضان کی اُنٹیں کو جاند ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ روزے اور رمضان کی عادت ختم ہو گئی اور اس وقت سے بعد کی مختلف عبادات کے احکام خرچوں سے بیرونی میتوں سے جائے یہی شروع ہو گئے جس کا بہت سے احکام پر اپنے

اس نے تو پھر ایجاد کیا ہے کہ قرآن اور رسول کو مصلحت
علیہ وسلم نے چاہیدہ نہ اس کو قرار دیا۔ اور تم ہونا کسی کو کہا
ایجاد کا افکار ہے۔ جو اس کے ہوئے کیلئے مشعر عی
الحکام ہے۔ تم کہا گا کہ یا عالم انسان کا تکھیر ہے، یا کھیر ہے
ہوئے کافیہ مل کیا یا نہ کیا یا سینی و مصائب یا وعد کرنے کے لئے
پا تک کا احرف دیود کافی ہے لامبہ اور روشن تھر دری ہے۔
اس کے قسط کے لئے ویکھر رسول کو مصلحت اللہ طیول ملم

رمضان کے ملادہ کسی اور تینیں میں روزی سے رکھ لیا کریں اور
کیوں نجی ہنس انتیں¹⁸ کو جاندے ہو رہے ہوں گم میں روزی سے پڑتے
کلس تو کیوں گناہ ہے ہچاند کا استقلاء کئے بغیر انتیں¹⁹ ہی کو
ضم کر دیں تو کیا حرج ہے۔ ان سو الوں کا جواب بھی اسکے
سما پنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس نے رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم کے علم کی پیر دی ہی سے کوئی عبادت کھلانے
 لگتی ہے اسی وجہ سامنی رایوں کا دفن ہو تو بھرہ وہ عبادت
 ہنسیں اسی طرح اب اس پر خود کیجئے کہ انتیں تاریخ کو چاند
 ہونے یا زہونے کا سامنہ سانٹے ہے اور اپنیں یہ خلاف
 ہو جائے تو اس کا قابل ہی محض انسانوں کی راؤں پاروں
 سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا طرف قدر دیکھ لیں اور اسکے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیمات میں تلاش کرنا ہے کیونکہ
 چاند سوچ کے گزات یا ان کا طلوع و غروب درحقیقت
 ہماری عبادت کا محور ہیں، بلکہ عبادت کا دار صرف ہم ہی
 کے استھان پر ہے درہ الگ محض مغلی در دریہ دیکھا جائے تو سچ
 صادق بر جانے کے پائی منٹ بعد سحری کھا لیتا یا اسی طرح
 غروب آنکہ سے پائی منٹ پہلے افطار کردے سناروزہ
 کے گماہہ نور منٹ میں کوئی خاص سرتوں نہیں بدکرو یعنی جو
 بنیا پر اس کی رون بھر کی منت کو کا العدم فرار دیا جاسکے۔

پاں غور سے پائیں مسٹ پیٹے افطار کرنے والا اس جنم
غلیم کا مریکب ہوا لکھنؤ نے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اسی جنم
کی وادی شہر کو اس کے وادی سے کوئا کامیاب نہ مل کر۔

مشکلہ چاند کے وجود کا نہیں اصل بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لائے زنی کرنے سے بلکہ دست دشہود کا ہے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ شریعت اسلام نے جن مخالفات کا مدار چاند ہونے پر لفاظ ہے اُن میں چاند کا درج در فوں الافن کالی ہے یا اس کا نامی روایت ہونا اور عالمگھوں سے دیکھا جانا ضروری ہے۔ شرعی حیثیت سے اس کا جواب سب سی دعویٰ کرنے سے پہلے اُنکی بات کو تبریز چا لکھا انسان جانتا ہے کہ چاند کسی وقت اور کسی دون بھی معدود دن تو ہوتا نہیں اپنے را رکھتی کہیں زمکن موجود ہونے لگتے ہو اس کے

لئے تو پھر تم اس کے مقابلے ہوں کہ ریاضتی کے حبابت سے
جاندہ کا وجوہ اور پیدائش معلوم کرو اور اس عمل کرو۔ یا
آلات رصدہ یہ اور قدر بیٹوں کے ذریعہ اس کا وجوہ دیکھو
بلکہ سماں نامن غمہ علیکم فاطمیوں اس کا شلاش۔
یعنی الگ جاندہ تم پرستور ہو جائے تو تمیں دن پورے کو کے ہیئت
تم بھجو۔ اتریں فقط غمہ خاص طور سے تابیں احوالیہ
اس لفظ کے بغیر معنی عربی نہ دو۔ کے اینوار سے بھوالہ

فائز رشیق ناموس یہ ہے۔
غمہ الخالل علی انسان اس نقطہ نظر میں اخلاص ہی انسان
غما افریحان دز الخالل اسرار و اجاتا ہے جو کہ جان کے
غیہم و تین اونٹیو فلمیر دریان کوئی بادل یاد مسی جز
ذرا ج العروس خلق تاء م) حائل ہو جائے اور چاند کھانے
+ + + + جاسکے۔

چوہتے معلوم ہو اک جاندہ کا وجوہ دیکھتے مصلحتی اللہ
علی وسلم نے تسلیم کرنے والے حکم دیا ہے یونکہ سور ہو جانے
کے لئے ووجہ ہونا لازم ہے و جیز ہو جو ہری ہیں اس کو
مدد و مکاہارا کے خواوات میں اس کو سور ہیں بنتے
اور یہ بھی معلوم ہو گی کہ جاندہ کے سور ہو جائے
کے مختلف اسیاب ہوتے ہیں۔ اسی سے کوئی بھی سب
پیش آئے۔ بہر حال جیز جاندہ کا نکاح ہوں سے سور ہو یا
ہو اور دیکھنا جاسکا تو حکم شرعی ہے کہ روزہ و جملہ غیر
میں اس کا احتصار کیا جائے گا

صحیح سلم کی ایک حدیث سے اس کی مزید تائید
ہوتی ہے جو گوئی ہے کہ کچھ سخا کر کر ملکوں کے لئے
رانہ میں جاندہ پر نظر پڑی تو جاندہ کا سائز بڑا وردشی بھکر
ایسیں ہفتگو ہوئے بعض نے کہا کہ یہ دو رات کا جاندہ ہے
بعض نے کہا تین رات کا جاندہ۔ بعد اللہ بن عباس نے
ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہرے اس کا انہیں کس راست پر ریکھا
تبلیباً یا اذلاں شب میں رویت ہوئی تھی۔ ابین جہاں
نیز یا ان رسول / ائمہ / ائمہ علیہ السلام امانتہ لله ربہ
لہ علیہ السلام رائی تھی کہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کے ارشادات کیا ہیں؟ حدیث کی سیکھی میں تین کتاب
جو احمد میں قرآن کے بعد دوسرا درجہ رکھتی ہے یعنی صحیح بخاری
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دیا گی۔

لادھو سوا حقیقت سروہ
نذریکو اولاد انتظام سوت نکت
کو دینا کیتی مدد نہ دیکو اولاد اگر مادر
پرستور پرستو جلتے تو حساب کاوندی
لہ۔

+ + + + حلبیت یعنی دن پوئے کرلو

اسی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
الشهر قسم و منزوف
ہمیشہ دینی و احتیٰ تیں رات کیا
لیلۃ حلہ تصریح احتیٰ
اٹھے روزہ دا وقت نکت رکھو
خودہ فان غمہ علیکم
بنکھ سنان کا جاندہ نہ دیکھو تو
فاکھلوالا الصدھا شتروشین
پھر اگر پھر علیہ اس سور ہو جائے تو
صحيح بخاری جلد اول (۲۵۱)
شبان کی تعداد تین دن پوئے
کر کے رخصان تھجھو۔

ب دوسری حدیث میں حدیث کی دوسری مستند کتابوں
میں بھی موجود ہیں یعنی پرسی محمد بن نے کلام خوب کیا اور بدلون
میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار جاندہ کی روایت بر
رکھا ہے۔ لفظ روایت علی زبانی کا مشہور لفظ ہے جسکے
معنی کی خزر کا نکھوں سے دیکھنے کے ہیں اس لئے حامل اس
ارشاد بخوبی کا یہ ہوا کہ تمام حکام شرعاً جو جاندہ کے ہونے
یا نہ ہونے پر عمل ہیں ان میں جاندہ کا ہونا یہ ہے کہ دو
ماں آنکھوں سے دیکھا جائے اور نہ ہونا یہ ہے کہ حام
آنکھوں سے نظر نہ آئے۔

علم میں جاندہ کا حکام جاندہ کا افق پر دو جو دلہیں
بلکہ روایت ہے اگر جاندہ افق پر ہو تو وہ گر کی وجہ سے
قابلِ روایت دہولو احکام ترمیم میں اس وجہ کا اعتبار
نہ کیا جائے گا۔

حدیث کے امتحنہم کو اسی حدیث کے آخری جملہ
کے اور زیادہ واقع کر دیا جس میں ارشاد ہے کہ الگ جاندہ
کے استور اور چھپا ہوا رہے یعنی بھماری آنکھیں اس کو دیکھ

بیانات اگر صحیح بھی ہوئی تو کسی ارشادی حکم میں اسکو نہ
جو زباناً یعنی معمولی بات ہیں۔ اگر صحیح ہے مسلم مالک
کے اعمال کا جائزہ لایا جائے اور ان کے عمل کو مندرجہ ذریعہ
دیا جائے تو شاید اسلام میں کوئی تحریم چیز حرام نہ ہے اور شرعاً
اسلام ایک مکمل نابین جائے۔

تمہارے معاشر میں تو قدرت نے اس کا ایک داعیانی
جو اب اس طرح دے دیا کہ جس روایت یا ان اخباروں میں
آیا اسی روڈ مصروف قاہرہ جیسی تحدید پر اسلامی حکومت کا
یہ واقعہ بھی اخباروں میں شائع ہوا کہ ہاں جنگی موسیات نے
جن تائیخ کے لئے ہلاں کا یہ سلسلہ کیا تھا اس تائیخ پر ہذا نظر
ذائقے کے سبب ملاموں کے فتوے کے طبق ہلاں آیام نہیں
کیا گیا۔ یاں ملک شام میں روایت ہو گئی تو روایت کے طبق
احکام جاری ہوتے۔

سعودی عرب، کامل دغیرہ کا حال ہیں پہلے سے
معلوم ہے کہ ہاں باغدادہ قاضی شرع کے فیصلہ پر روایت
ہلاں کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ مکمل موسیات میں کا
کوئی تعلق نہیں۔

ایک اور شہر کا جواب [اس جگہ یہ شہر کیجا تے بکرا] حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے معاملہ
میں جو اصول روایت کا فرار دیا و جو کا اعتبار نہیں کیا اس کی
وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نازدیں نیز رکھوں سے
دیکھنے کے چاند کے وجود کا پتہ چلانے کے طریقہ رائج نہ تھے۔
لیکن آلات موجود نہ تھے جن سے چاند کا افی پر موجود نہ تھا وہ
میں آسکے۔

لیکن تائیخ پر لاطر رکھنے والوں سے بیان تحقیق نہیں کر
ریاضتی کے فرونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بار کے
سے بہت پہلے دنیا میں رائج تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے چند بار کے پر مصر، شام اور ہندوستان میں چلا گئیں
 قائم نہیں ان چیزوں کے معاملہ میں نہایت ترجیح پہنانے پر دشمن
 گوریاں گی جا سکتی ہیں۔
اور خلافتِ راذنہ کے درمرے دوسرے دو نبی حضرت

اس کو روایت کی طرف مسوپ فرمائے۔ لیکن پہلی بات کا
چاند کے اقی پر موجود ہونے کے باوجود ائمکوں کے مسوپ
بوجائے کا حصہ عام سبیہ ہے ہوا کرتا ہے کہ بادل یا بدوں یا
بخارات وغیرہ فضایپر چھا جائیں۔ اسی طرح ایک سبیہ یہ بھی
وو مکنہ کے چاند کا فائدہ آزادی کے انتام پر کردہ آنناہ کی
شعاعوں میں مسحور ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ یہاں مسئلہ چاند کے
دیروں کا ہیں بلکہ اس کے ماں بھاگوں کے لئے قابل روایت
ہونے کا ہے۔ احمد داریہ یعنی کے ذریعے کسی شعاعوں سے مسحور
چاند کو بھکرنا یا بندوں یہ بہتر ہے اسکے بادلوں سے
اوپر بار بچانو گو دیکھ لیتا ہا مرد روایت کہ لہذا کاشتی نہیں اور کسی
چیز کا قابل روایت ہونا یاد بخواجانا یہ مسئلہ مائنٹس کا ہے زیر عمل
موسیات اور فلکیات سے اس کا کوئی ملا قریب ہے۔ یہ علم
واعیانی معاملہ ہے اگر کوئی شخص ایک میتین وقت اور معین جگہ
میں کسی واقعہ میں دیکھنے کا دعی سے اور دوسرے لوگ سکتے
ہیں کہم اور وقت ہیں بوجوستہ ہم نہیں واقعہ نہ دیکھا تو
اس کا فیصلہ دھکر و مسیات کے پاس جانے کی چیز ہے دھکنے
فلکیات و ریاضیات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہے۔ اس کا فیصلہ
اسلامی عدالتوں میں تائیخی اور عام حکومتوں میں کوئی
چیز ہی کو سکلتی ہے جو شاہزادوں کے حالات اور بیانات کو برخ
رکھتی اخیر مزہ شہادت کو پہچانے گا۔

ہاں اگر مسئلہ چاند کے دھکنے کی چیز نہیں وہ ماہرین فلکیات ہی
باتا سکتے ہیں۔ کوئی قاضی یا جج بھی اس مسئلہ کا فیصلہ کرتا تو
ماہرین فلکیات کے بیان ہی پر کرتا۔

عام اسلامی مالک میں ویسے ہمال [ذمہ دار حضرت]
نے پہنچے بیان میں کہا کہ تمام اسلامی حاصل میں محسکہ
وسیارات کے فصلوں پر روایت ہمال کا فیصلہ اور روایت
اور عد و فیرہ ہوتے ہیں۔

میں بھی افضلیت حاصل کرنے کے بھروسہ ہو جاتا اور نظر ہر ہے کہ غریب دا میر کا یہ تفہیم ملکی رعنی کے بالکل منافی ہے۔ احکامِ شریو کو جائز درج کی جستی کردیں ہاولہاں ہوں گے اس کے تابع نہ بنائے۔ ایک حکمت یہ ہے کہ رب کو صدم ہو جائے سکتا ہے اسی طبق ملکی رعنی پر مشتمل ہمیں کرنے پڑے چاند درج کے کسی حاصل کا ان تجدادات میں برداشت کوئی دخل نہیں ہے۔ صدر احکامِ الہیہ میں لفڑی ہے۔ استقرارِ حملہ کے باشکن ہمیں حق تعالیٰ نے آئی جیعت کا عمل کیا ہے۔

کو دفعہ کرنے کے نئے ابتداء، ماسلمین میں ملاؤں کا قبضہ بیت اللہ کے چارائے بہت اغتشہوں کو بنا دیا جو تنہیٰ سمعہ کرام اور خود رسول کے نام پر اللہ ملیے دلکشم کی خواہش کے حل کرنے کا اور پھر دوستشوہ ہمیشہ اس پر عمل کرنے کے بعد دبارہ بیت اللہ ہی کو قبلہ قرار دے دیا اور خود فرائیں گیم تے اس کی پر نکتت بتالیں:-

وَمَنْجَلَهُنَا الْقَبْلَةُ | ہم نے اس قبضے کو جس پر آپ اپنے کہتے ہیں شہروں سے کہیں زیادہ نسبات اور اپنے دعائیں اور یہاڑی مقامات اور جزیرے ہیں جہاں صافیٰ اس ترقی کے ذریعہ بھی ان حکوم و فون کی اور ایسا نہیں کہتے۔

صلوٰم ہو ارجو حمل بدل میں عکت یہ تو روشنی کردیتا ہے کہ جو ہے کہ سلام کے سلسلے میں کوئی بدل ہاں تھا۔ اور شاید یہی حکمت ہے کہ طرف رُخ صرف اس نئے کرنے ہیں کہ ان کو اس کا حکم لانہ اور اسی لئے جو بیرونی حکم بدل جاتا ہے تو تجدادت میں ان کا اُخْرُجی بھی بدل ہاتا ہے۔ اور شاید یہی حکمت ہے کہ ہر ہیں کہ ترکیب کر کر ہمہ کرنے کے باہر کی دش کا خاموشہ کی طرف رُخ کرنے کا نکالت نہیں بنایا، بلکہ حکم یہ یا کہ فرازِ دھمک شطر | یعنی پھر دیجئے اپنے ہر سجد المسجد الخرا من حرام کی سخت۔

اس میں اذال تو بھائے کعبہ یا بیت اللہ کے لفظ ارجو حرام کا لایا گیا جو بیت اللہ سے بہت زیادہ وسیع رہے ہے۔ پھر اس کی طرف رُخ پھرئے کے لئے لفظ اس لے

فاروقِ اعظم کی خلافت سکر زمان میں تو مھروں نامِ اسلام کے زیر نگیں آپ چکتے، ہر فن کے ماہرین مودودی تھے۔ اگر بالغین عہدوں ساتھ میں ایسے آلات کی کیا ایسا حکم کا سبب ہوئی تو فاروقِ اعظم جیادہ الشدائد کا سبب اس کو کو ادا کرنا اور جو بھروسے اور نایابی کے سبب خوکم دیا گیا تھا اس کو آج بھی اتنی سمجھے سکتا ہے۔ اسلام شاہد ہے کہ پوری خلافتِ راشدہ اور اس تابعد نامِ عالمِ اسلامی میں بھی (صوبہ بانگلہ اور ایک پرانت) کا عمل کیم رہا۔

اگر ذرا نسبات سے غور کیا جائے تو درست کے اصول کو اختیار کرنے کا سبب "عجمت" بی بی نے صحیح اسی "ذریں" بلکہ قوم و ملت کی ہجرہ فلان پر ہر ہی نظر ہے۔ کوئی کو اسلام وطنی اور سماں نیا بھرavnی قومیتوں کا اوقات انہیں اُس سے خوبیکے شرق دنیا بھر کے سلطان ایک قوم ہے اس کا حکم صرف دنیا کے محدود دے چند شہروں کے ساتھ ہیں بلکہ پورے عالم کے بیسے داسیاں کے لئے عام ہے جس میں شہروں سے کہیں زیادہ نسبات اور اپنے دعائیں اور یہاڑی مقامات اور جزیرے ہیں جہاں صافیٰ اس ترقی کے ذریعہ بھی ان حکوم و فون کی اور ایسا نہیں وغیرہ کو رسائی نہیں

الروحمۃ العالمین کی نظر صرف اکھی پڑھے مدد و داد چند شہروں پر مرکوز ہو کر ملاؤں پر یہ لازم کردی کر جب چاند نظر ناکے قوم پر لازم ہے کہ دوسرے دارالحکمی یا اپنی کے حساب پر اسی ایسا ایسا نہیں کہ دوسرے دارالحکمی کا وجوہ علم کر دیا اسی طرح فہمائی اُٹ کر ملاؤں سے اور پر بخ اور پرانے دیکھوںہ انہیں کہے کہ اس حکمت کی قدر مذہبیت ہیں مبتلا ہو جاتی۔ پھرچھڑے چودہ سورس کو تجوہ دیجئے اسی میں صدی کی تکارڈی ہی ہیں دیکھیجئے کہ حکم تمام عالمِ اسلام کے لئے کس قریشی ایسا بنتا کر دیجئے والا ہوتا۔ اور ایسا کو داحب نہیں تھا اور اصلی قرار دیا جاتا تو ایں افضلیت، نہزادہ سرایاں دارالوک بھی حاصل کر سکتے۔ جن کے پاس یہ رعنی آلاتِ رہمدیہ اور ہوائی جہاز ہیں۔ غریب سامانِ مختار و رُد

چند گھنٹے میں بڑی ہیں اور تاریخوں کو اختیار کیا گی۔ تمی
ہمیزوں اور تاریخوں کو انفس را فدا کیا۔ کیونکہ تمی پیشے
وزردار ہیں بغیر ارادہ آلاتِ رصدیہ عالم لوگ معلوم نہیں کیجئے
کہ جنوری کتب ختم ہوا اور زردی کتب شروع ہوا اور یہ کہ جنوری
کے کتنے دن ہوں گے اور فروری کے تھیں کہیں کہیں میں
سے زائد۔ پس سب چیزیں آج ہفت عالم ہو جائیں گے وجد سے
بہت شہروں سے گذر کر تسبیات تک رسیں گیں۔ اس لئے
اس کی دشواری کا احساس نہ رہا۔ جنگل اور پہاڑوں درجہ اور
کے رہنے والوں سے پوچھو تو انھیں آج یہی حساب رکھنا شکل
نظر آئے گا۔

شریعتِ اسلام کی سیولت اور یکساخت بندی کا
معتفہ، یہی حقاً حساب رہ رکھا جائے جو ہر جگہ شخص مانی
سے کھو سکے۔ وہ ظاہر ہے کہ چاند کا حساب کچھ چہرے نہیں گھستا
ٹھھٹھتا اور بالآخر ایک دور دن قائم براہ کپھ طویل ہوتا
نظر آتا ہے۔

نماز کے وقت اور سحر و افطار میں حضرت یون
اور گھر پر اعتماد کیوں کیا جاتا ہے؟ کے اوقات
میں اعلیٰ مدعا، آنکھ کے طلوع و غروب یا سایہ کی پیاسش پر تھا
اسی طرح سحری و افطاری میں دو شیخ صبح اور غروب آنکھ پر تھا
انی ترتیبات اور گھر پر ایجاد ہوئے بر سبب علماء و
عوام حضرت یون اور گھر پر ایجاد کے حساب سے نمازِ روزہ کرنے لگے
اسی طرح اس سائنس کی ترقی کے زمانے میں بکھرامات
اور آنکھ کے ذریعہ ہاند کا فوق الاقوی وجود معلوم کیا جا سکتا ہے
تو ان پر اعتماد کیوں نہ کیا جاتے بلکہ ذرائع اخواز کیا جاتے تو ان
ذرائع میں زمین آسمان کا ذریع نظر آتے گا۔ کیونکہ طلوع و غروب
دشمنوں میں حضرت یون اور گھر پر ایجاد کرنے سے کوئی اصول
نہیں ہلتا۔ صرف ایک سیولت، قائل ہو جاتی ہے اور چنان کے
معاملہ میں اسلام سے شرعی اصول بدل جاتے ہے۔ وجہ یہ ہے

کہ طلوع و غروب اور موجود صافی کا نہادِ کھنوں سے دیکھنے کی ہیں
یہیں۔ ہر وقت ہر شخص ہر حلقہ پر ملکا ہے۔ (باقی صفحہ پر)

کے بجائے فقط شطر اس محال کیا گی، جس کے معنی صحت
اور جائزیے کے میں جس سے معلوم ہوا کہ خاص رہنمائی کی
طریقہ رُخ ہوتا ضروری نہیں بلکہ اس کی صحت اور جانب
کی خوف رُخ کر لینا کافی ہے۔ ان سب تینوں میں ایک
مصلحت تو یہی عقیدہ گی؛ صلاح ہے کہ لوگ بیت اللہ
کے درود لو اور کو عبادت کی جزئیں کچھ چھیس۔ دوسرا نہ یہی
شریعت کی سیولت پسندی تھی پیش نظر ہے کہ من تھی
ضروری چیزوں دیبات اور جنگل میں بستے والوں کو مشکل
پیش نہ آئیں۔

ورزرو یا حتیٰ کے حسابات اور آلاتِ احتظام ای
دغیرہ کے ذریعہ ٹھیک سیت الشد کا فخر بھی تعین کیا
جا سکتا ہے۔ مگر حکیم الحکایہ رحمۃ اللہ علیہ اس المیں صلحی اللہ علیہ
وسلم کی بلند نظری کا تعاضاً یہی ہوا کہ ان حضرت یون کے
دریے نہیں بکونکر اول تو ان چڑیوں کی حقائق اور ان کی
بار بخوبی پر احکام کا مدار رکھنے سے کسی کو بر غلط ہمیشی
پیدا ہو سکتی ہے کہ اسلامی عبادات میں یہ چیزیں تو پھر
ہیں دوسرے ان کے حقائق کی تلاش آلات و حسابات
پر موقوف ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کی جن میں اکثر
دیبات اور جنگل، پہاڑ، جھیلوں کے پسے دا لوں گی ہے۔
ان سب کو اس کا مقابلہ بنانے میں پوری امت کو
ایک صیبیت میں بنتا کر دینا ہے اور تم سے یہ کوئی
آدمی نمازِ دنیہ میں بھی بالداروں سے پیچھوہ جائے یہی حال
روزیت ہمال کا ہے کہ اول تو چاند کے اصلی وجود اور مدارش
کی بار بخوبی کا + اعتبار کرنا چاہئے مفہوم و مذکورے مخصوصہ تو نیکا
احتظام رکھتا ہے کہ کوئی شخص خود چاند کا مقصود تھے
کی غلطی میں بنتا ہو جائے۔ دوسرے شریعتِ اسلام کی
سیولت بندی جو اس کا حاصل استواری نہاد ہے۔ یہ یہ
اس لئے نظریت ہے۔

اسلام میں سیکھی کے صحابے قمری
اوہ شاید ایسی ہے
جس کے احکام اسلوب
حساب خلیفہ کے سکی حکمت
رمضان عید

مسکو فہرستی لارڈ میں سپر علما کر حکم کا بصر

(اس دفعہ کی رو سے) بادا اور نام کے ان پرتوں اور پرتوں اور تو اسون نواسیوں کو دادا اور ناما کا دادا تراویدیا گھائے جن کے پاپ یا ماں مورث کی زندگی ہی میں وفات پائے ہوں۔ مقصود مذیر قانون کے خیال میں یہ مترادی قانون کی پیر ویسا ہے۔ لیکن اس کے اندر قرآن کے چار صرف فاعلین کی خلاف درزی کی گئی تو۔

۱۔ قرآن ایک مورث کے رکے میں صرف ان شرط داروں کے حصے مقرر کرتا ہے جو مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں یعنی آڑوی نس کی یہ دفعہ عرض ان داشتہ داروں کو حصہ دو اتنی۔ ہر جو مورث کی زندگی میں وفات پائچے ہوں۔ اس دفعہ کی رو سے پہلے ہ نس ہو کیا جائے ہوگا کہ وہ وقت یا فتح میراث اس مورث کی وفات کے وقت زندہ ہیں اور اس مفتر وہی کی تابرو اتنی زندہ رہتہ داروں کی ساتھ ان کا حصہ لکا لاجائے گا۔ پھر ان کا حصہ نکالنے ہی، نہیں مردہ تسلیم کرنا چاہی افدا ہے اس کے دارتوں میں وہ حصہ سیم کیا جائے گا۔ ۲۔ الی ہر جو کو قرآن کی کس آیت سے یہ تاثر فہرستات اور قانونی حلیل اخذ کرنے گئے ہیں۔

۲۔ قرآن کی یہیں جو داشتہ داروں کے حصے مقرر کئے گئے ہیں ان میں پیشوں اور بیٹوں کے ٹالادہ ماں پاپ۔ یعنی۔ ٹو برادر مورث کے کلالا ہونے کی صورت میں بھائی اور بہن بھی شانی ہیں لیکن تینوں پیشوں کی یہ دفعہ ان ہیں سے صرف بیٹوں اور بیٹیوں کو اس اختیار کے نتھیں کرتی ہے کہ مورث کی زندگی میں مر جائے۔ جسے باوجود وہ خخت وصول کرنے کے لئے مورث کی ہوتے ہے وقت زندہ فرض کئے جائیں اور پھر کسی حصہ تقسیم کرنے کے لئے مردہ حکم کرست جائیں۔ یہ انتیاز قرآن کی کس نفع یا اس کے کس انتظایا دلالت یا اشارے سے مأخذ ہے؟

در مارچ کو دیا پاکستان کی ہر کڑی حکومت نے مسلم ٹینی "آڑوی نس ۱۹۷۶ء" کے نام سے ہوتا تو ہم صادر کیا ہے اور اس کو پیش کرتے ہوئے فرمان قانون جائز ہوا۔ ہم صاحب اتنے جو تو پڑھی بیان دیا ہے اس کو ہم نے بغور دیکھا۔ ہم اس بات پر افسوس کا اعلان کیے تھے لیکن ہم نہ سکتے تک پھلے پائیں سال میں دو دن میں ہائی کیشن کی پریلیٹ ٹھہری میں دینی حکم دینے کے جانے والوں کی طرف سے جو مذہل تبصرے کئے گئے تھے اس کی کمزوریوں کی وجہ سے اس کے اعلان دیکھنے کے لئے ایک عالم دین رکن اور دوسرے لوگوں کی طرف سے کی گئی تھی اس سب کو مرکزی حکومت نے تکلف نظر انداز کر رہا اور اس کیشن کی بیشتر سفارشات کو قانون کا جامد پہنچا دیا۔ مزید افسوس اس بات کا ہے کہ مذیر قانون نے اس نئی قانون سازی کی مطابق قرآن قرار دیتے ہی کی کوشش کی ہے۔ تاہم ہمارا موحیب المیان ہے کہ آڑوی نس کو خودی طور پر نافذ اعلیٰ جنس از خوب دیا گیا ہے۔ اور اس کے تفاوت کو اندھہ کے کسی اعلان تک نہ تو نہ کھا لیا ہے۔ ہم اس موقع سے قائد اخفاک پر ہے و لا اس کے ساتھ اس آڑوی نس کی کمزوریوں اور اس کے نقضات کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ حکومت پھر ایک مرتبہ تو کر سے مدد اس طبقی کی تاتفاق کرے۔ اب تک موجودہ حکومت کی یہ ایک قابل تبصرہ رہا۔ یہ کہ اس کے کسی نصیحت کی طبقی اگر اس پر جائز گردی گئی ہے تو اس نے اس نصیحت پر تطلیعی کرنے میں شامل ہوئی گیا ہے۔ ہم قوچ رکھنے کی اس آڑوی نس کے معاشرین بھی ایسا ہی کیا جائے گا ذیل میں آڑوی نس کی تابی احتراف دفاتر پر مدد دار تبصرہ اسی تغیری غرض کے پیش کیا جادا ہے۔

دفعہ نمبر ۲۴

کم سمجھ پوتوں اور نواسوں کی مدد و داد اور ناتاکی بیرون اس کے تمام بنا کر کی جانی چاہئے تو آخر کی امراس میں اتفاق تھا کہ قرآن اپنے اس غامض نشانہ کو یہ صاف حکم کے ذریعے سے مکمل کیا ہے؛ اور اگر قرآن نے دھکووا تھا تو نہ نہیں بلکہ اپنے طبیعت و علم سے تو حقیقی نہیں رہتا ہے تھا۔ انھوں نے ایسا حکم کیوں جوں دیا ہے؟ اگر حکم و نہیں کھولا تھا تو آخر کیا محفوظ و ہبہ ہے کہ قرآن کا یہ نشانہ فلخاء سے تمام صحابہ و صول کیا جائے گا۔ اس امتیاز کے نتے قرآن میں کیا دلیل ہے؟۔

۲۴ - یہ آرڈی نس مرید امتیاز یہ برستا ہے کہ فوت شدہ صاحب اولاد بیٹوں اور بیٹوں کی بھی صرف اولاد کو حصہ پہنچاتا ہے رہاں حالیہ نہ تھا ان کی رو سے اگر مرث کے ماں میں ان کا کوئی حق نہیں تو وہ بھراں کی ماں، یا ان کے باپ اور ان کی بیوی یا ان کے شوہر کو بھی پہنچتا ہے۔ مثلاً اگر ایک موقوفیتی کا حصہ لکھا جائے تو اس کا شوہر بھی خدا رہے اگر وہ زندہ ہو۔ اور اس کی ماں بھی حق دار ہے۔ اگر وہ متوفی باپ سے حصہ پاری ہو، اور اس کا باپ بھی خدا رہے اگر وہ متوفی اس کے حصہ پاری ہو۔ تاتا سے صرف نیاسوں اور نواسوں کو حصہ دلانا اور وہ سکے۔ داروں کو پھر لدیا قرآن کے حکم پڑھنے ہے؟

ان سوالات کے جواب میں زیادہ جوابات ہیں جانکیتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام نئے مفروضات اور تاعدے صرف قرآن کے اس مشکل کو پورا کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ تھانی کی سُد کی جعلتے۔ اگرچہ جو اسے خود کے قاعصہ اور مظہر میں قرآن سے ماخوذ نہیں ہیں۔ لیکن یہ خندو دوڑا سے بالکل غلط ہے۔ پہلی وجہ ہے کہ قرآن کات اون بیرونی سرے سے اس اصول پر یعنی ہی نہیں ہے کہ کسی برمی کھا کر اس کی مدد کی جائے۔ درد کوئی وجہ نہیں کہ قرآن ایک مالا رشتہ کو سیڑھات کا حق پہنچاتا۔ حصل اس پہنچ کردہ قادرے کے مطابق حق دار دشمنوں کے دائرے میں آتا ہے۔ ادا بیک انتہائی مفاسد اور قابض رحم رشتہ دار کو سردم رکھتا۔ صرف اس پہنچ کردہ قادرے کے سطحی خندو دشمنوں کے دائرے میں شامل نہیں ہے۔ ایک اپاٹی مسٹر بھائی گورنر کرتا اور ایک دشمن بھی کو دوست رہا اپ کی چاہزادکا دارش بنانا بالکل غلط ہو جاتا۔ اگر قانون بیرونی سے قرآن کا نشا پہنچتا کہ معاہدہ مددوں کی مدد کی جائے۔ اور وہ صریح وجہ جس کی پہنچ یہ نہ تھا مطلقاً مہر کا۔ یہ ہے کہ اگر فی الواقع قرآن کا ایسا کوئی نشانہ ہوتا

و فتح نمبر ۵

اس دفعہ کی رو سے یہ لائز کیا گیا ہے کہ تمام نکاح جو کسی علائقے میں ہوں وہ اس علاقے کی بونیں کو نسل کے مقرب کردہ نکاح رجسٹر کے پاس درج کے جائیں۔ اور اگر نکاح رجسٹر کے سوا کسی اور نکاح خواں سے نکاح پڑھایا ہو۔ تو اس کی اصطلاح نکاح رجسٹر کو کی جائے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو نہیں مجبین قید یا ایک بھرا رہو پسیہ جوانانک کی مزادی جانتے گی۔ یادوں مزادریں دی جائیں گی۔

جہاں تک کہ نکاح کی رجسٹری کا تعلق ہے اس کی ضرورت اور اس کے فائدے سے انکار نہیں۔ اگر اس رجسٹری کے لئے ملک میں جگہ جگہ مناسب استھانات موجود ہوں اور لوگوں کے علم میں اس کے خالصے لائے جائیں تو ایم ہے کہ لوگ خود اپنے مفاد کی حقاً نکات کے لئے رجسٹریشن کی ان سہوں نوں سے قائمہ الشہری مسے لیکن اس کو قانونی اذم کرنا اور اس کی خلاف ورزی کو ایک جرم مسلم

سزا فرار دینا منعد و جوہ سے غلط ہے۔

چیلی بات ہے کہ قدریت اسلامیہ میں نکاح خواں کا سرے سے

کی سہوں توں کو حرف چھپا کر دیجئے تو اگلنا کیا جائے۔ اور بتدریج اس کو
اس بات کا خادی کیا جائے کہ وہ زندگانی میں اپنے پرانے نتائج
انٹھائیں۔ معاشرت کے ہر سکے لحیرہ تغیری کے زور سے حل
کرنے کی کوشش، نتیجے ہے اور زندگانی کے اپنے نتائج برآمد
ہو سکتے ہیں۔

و فھم نمبر ۴

یہ دعویٰ تعداد از راج پر ایمندیاں حاصل کرنے کے لئے وضاحت کی
گئی ہے۔ قبل اس کے کوئی اس دفعہ کا تجزیہ کر کے اس پر بحث کرنی
ہے، واضح کرنا ضروری ہے جبکہ جس کو تعداد از راج کو اصلًا ایک بدلی کہنا
اور زندگی کو ضرورت کی حالت میں اس کو پذیر فراز دینا ایک غیر طلاقی
ظہیر اسے اسلام اس لئے ہے تھوڑا نا اشتہار ہے۔ یہ غرض سے داد
ہو رہا ہے اور اس کے جواز کو ناگزیر ضرورت کے ساتھ مقدمہ کرنی
کو شش مغرب کے سامنے ایک معدودت کے سوا اور کوئی حقیقت
نہیں رکھتی۔ قرآن جن انبیاء کو خدا کے حقوق کر کہ امام اور شیخوں اور
معتاذ افراد میں ہے ان میں سے مشترک تعداد از راج پر عالی سنتے
خود صرور انبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بیویاں تھیں
کوئی مذکور محدث بھی اس امر دائر سے انکار نہیں کر سکتا۔ بھرپور
تھے ان میں خود تھی صلی اللہ علیہ وسلم کی از راج کا ذکر ہے (دانقاً
امها تصور۔ قل ایزدواجلک وہنا تک و فساد المومین)
پھر تھی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طفوار، پیش صواب، اکثر اس
اہل بیت اور اسلامی تاریخ کے پیشتر کا برجن پر مسلمانوں کو فخر ہے
یک وقت متعدد بیویاں رکھتے دیکھتے۔ ان میں سے کس کس کے
متعلق آخر ثابت کریں گے کہ ان کو ایک سے زائد بیویاں لے رکھنے کی خفت
ضرورت تھی؟ اس پیش کو اصلًا ایک برا فی الیم کر لیتھے کہ بعد تو انہیں
یک زوجی کے قابل اہل مغرب بہت سی تاجا ترا داشتائیں اور
آشتائیں رکھنے کے باوجود مبالغ قرار پایتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں
سے کسی نے کسی ضرورت کی بناء پر کوئی ایک سے زائد قافی بیویاں
نہیں رکھیں، اور مسلمانوں کے پیشتر کا برمک از کم سیم صالح ترا پایتے
ہیں ہیں۔ کیونکہ وہ ضرورت اس برابی پر مل کرستے رہے۔

مزید ہدایت ہے بات قابل غور ہے کہ تعداد از راج کے محلہ
میں توہمارے وزیر تکالیف اور بجا رے روسرے لیڈنگ

کوئی باقاعدہ مصوب آئی نہیں ہے۔ ایک نکاح شرعاً بالکل صحیح طور پر
منعقد رہ جو نہ ہے۔ اگر تعداد از راج دو کوئی بیویوں کو اس منعہ کا خاتم
تھوڑا کر لے جو۔ نکاح کا خطبہ پڑھا جانا کوئی ضرورتی اور بیویوں کے کوئی
قاضی یا عالم کا موجودہ نہ اور اس کا خطبہ فتنے کے بعد ایسا بیوی مجبوب
کرتا از کو اضافہ مصوبات میں سے ہے۔ نکاح اس کو فتنے کو
دو جا نہیں ہے۔ لیکن رجسٹریشن کا حکم نکاح خوال کا ایک باقاعدہ مصوب
قانون کرتا ہے۔

دوسری بات وفاہت نقشبندیہ بے کوئی کائن کی حیثیتی
دہوئی ہو اور شریعت کے طبق دو شہزادیوں اس پر قائم طلاقی
آیا اس کو آپ کی مددالت تسلیم کرے گی یا نہیں؟ اس نکاح کی بنیاب
عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا چاہا تر فاراث تسلیم کیا جائے کہاں ہیں
ان سے پیدا شدہ اولاد کی جائیں اعلاء نامہ ہے کہاں ہیں؟ اولاد
ایک بیوی پے میراث پائے گی یا نہیں؟ اگر ان موالات کا جواب
تفقی میں اسے توبیہ شریعت اسلام میں کھلا تھا ممکن کہ شریعت
کی روشنی سے ایک نکاح جائز ہوگا اور آپ کے قانون کی روشنی سے جائز
ہوگا۔ شریعت کی روشنی کے حقوق ثابت ہوں گے اور آپ کے
قانون کی روشنی سے دہ بالل ہو جائیں گے۔ اور اگر ان موالات جواب
اٹھاتیں ہیں۔ پس تو یہ آپ کا ازالہ سے قانون رجسٹریشن کو لازم
کرتا اور ریسٹریڈ گرائے جاؤں کو سے۔ ایں دنیا علمائے معنی
ہو جاتے ہیں۔

تمسحری بات تکاملی خدروں سے کہا جاتی ہے تو رجسٹریشن جائز
نکاحوں کے ثبوت کا کوئی تلقینی ذریعہ ہے؟ اور اچک مسلمانوں
میں جو نکاح رجیستری کے بغیر ہوتے رہے ہیں ان پر اس طریقہ کو کوئی
 واضح فوکیت حاصل ہے۔ جو اسے خیال میں تو رجسٹریشن کو اس
حد تک اہمیت دینا صحیح ہیں ہے۔ ملک کی موجودہ بھروسی جو کہیں
میں اس بات کا بہت کافی امکان ہے کہ ایک بالآخر عنده رہنوسٹ
اور سائز کے ذریعہ سے کسی شریعنی عورت کے ساتھ پر اپنے نکاح کا
اچک فرعی انتداب نہ ادا کرے اور اس پر اپنے اتفاقی مختاری کی کوئی
ثبت کر دے۔ اس طریقے کے امور جات ہے وہ ماری تباختی پیدا
ہو سکتی ہیں جو درج طریقہ نکاح کی عورت تھیں فرض کی جا سکتی ہیں۔
ان وجہ سے ہم پھر اپنی اس نامے پر اصرار کریں گے کہ رجسٹریشن

کرنا ضروری اور حق بھاگنے پڑتے ہیں۔ ان شرطات کی تکمیل کے بعد پیچائست سے اجازت ناموز حاصل کرنے پر وہ نکاح کرنے کا مصاز ہو گا۔ لیکن پیچائست کے اس فیصلے کے خلاف غربی پاکستان میں گلرو کے پاس اور مشرقی پاکستان میں سب دو قرآن آفیسرز کے پاس نگرانی کی جائے گی اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہو گا جس کے خلاف کہیں کوئی اپیس نہ ہو سکے گی۔ نفع نظر اس کے کردہ نکاح کی اجازت دیتے کے حق میں ہو رہا اجازت ضرور کر سکتے ہیں کہ حق میں مزید برآں اس دفعہ میں بھی ٹھیک گیا گیا ہے کہ جو شخص مذکورہ بالاتفاقہ کے خلاف نکاح کرے۔

۱۔ اس کی بیوی یا بیویوں کو فوراً پورا امیر ہو لایا جائیگا خواہ
۵۵ اصلاح ہو جائیں ہو یا نہ ہو۔

۲۔ اس کا ایک سال قیدیا یا بخیار دریہ حرامتہ تک کی
سزادی جائے گی۔ یادوں سزا برس رہی جائیں گی۔

۳۔ اس کا نکاح عالت کے خواستار کے پاس درج ہیں کیا
جلائے گا، جس کے معنی غالباً یہ ہیں کردہ سرے سے تاؤٹا اسلامی
ہیں ہو گا۔

۴۔ اس کی بیوی یا بیویوں کو حق حاصل ہو گا کہ اس شکایت
کی بنیاد پر عدالت میں خلیع کا مطابق کرے یا کرن۔

دنیہ قانون صاحبہم کو یقین دلانے کی کوشش فرمائے
ہیں کہ یہ سب کچھ انہوں نے قرآن کے مختار کو پورا کر کے لے لیکی
ہے۔ لیکن قرآن کے جس منشار کی روشنائی ہی فرماتے ہیں وہ خود
ان کے الفاظ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک سے زائد
بیویوں کے ساتھ نکاح اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ شوہر بہر
بیویوں کے درمیان معدل کرے۔ وزیر قانون صاحب کا ارشاد
ہے کردہ تعداد از واج پر یا بینیاں اس لئے ماعدہ فراہم کرے ہیں کہ
یوگ اس اجازت سے فلک خانہ اتحاد کا یک سے زائد بیویاں کریتے
ہیں اور معدل کی شرط پوری نہیں کر سکتے۔ اس مسئلہ پر یہ معلوم
کرنا چاہیتے ہیں کہ معدل کا سوال آیا تکلیح سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا

نکاح کے بعد؟ ظاہر ہوتا ہے کہ بیویوں ایک سے زائد تکلیح کریتے
کے بعد بیویوں سے کہا جو ہوتے ہوں معدل کیا ہے یا انہیں وہ شکایت
قرآن کی رو سے جائز ہو یا صرف اس وقت پیدا ہوئی ہے جس کو

اور حکمرانوں کو قسراً آن کا کوئی حقیقی منشاء لا شک کر کے اپنے طبقہ بندیا
عائد کرے کی اس تقدیم سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن قرآن سے
جن برائیوں سے صریح الفاظ میں شرح کیا ہے ان میں سے کسی کو قرآن
کے ذریعہ رد کرنے کی انہوں نے کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اگر
ایک شخص بیوی کے موجود ہوئے ہوئے طواقوں کے ہاں جائے
یا کوئی راشتہ رکھے یا آنہا دشہوت را کرتا پھرے، تو فرمائیے
آپ کے قانون میں اس کے لئے کیا کاوش ہے؟ کیا مسرا اس کے
بیوی بخوبی کی کی ہے؟ کون یگدا تسدی اس کے خلاف کبھی احتیاج
کیا اس کو از وسیع قانون رو کے کامبھی مطالیہ کیا؟ کب
آپ نے کوئی لکیش ٹھیکیا اس کے سواب کے لئے بھی کوئی شریعت
کی جائے۔ ۶۔ اس صریح برائی کو تو اپنے روازدہ یا استحق کہتے ہیں
حالانکہ قرآن اسے انتہائی سخت جرم قرار دیتا ہے اور اس کے
سخت ممنوع کرتا ہے۔ بلکہ اداز و ارج یا اپنے پابندیاں ہاندکی
لکر کرے ہیں اور دھوکی یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن کے عشاء کو پورا کر کی
کوشش کر رہے ہیں۔ یہ طرز کی سمجھ وہ نیت کی غمازی نہیں کیا کہ
ساف صاف یہ اختلاف نہیں کیا ہاں تک قرآن کا منشا پورا کرنا پہلی نظر
نہیں ہے بلکہ ان اہل عزت کے مانند مددت بیش کرنا مقصود ہے
جو مسلمانوں سے سابقہ میں آئتے ہیں پہلے تعداد از واج پر
برستا شروع کر دیتے ہیں اور اس بات کو بھول جلتے ہیں کہ بغیر فوتوں
قدیم اذیح اخون کے ہاں جس بیوی سے پہلے سے پہلے راجح ہے اتنا مشکل ہی
ہے دنیا کی کسی سوسائٹی میں آجھکے لئے رام تو کا حق کہ ان کے بعض
ملکوں میں راجح خود ہو۔ ایں۔ او کی ایک روپرث کے مطابق ناجائز
والاتوں کا اوسط ۴ فی صد یا تک پہنچ چکا ہے۔

۷۔ اس کی اس دفعہ کے شرطات پر ایک بھاگہ ڈالنے میں اس
کو ایک شخص کو جو ایک بیوی یا زان نہیں ہوں کی موجودگی میں مزید
گلزار کیا جائے۔ اس بات کا پایہ مدت کیا گیا ہے کہ اولادہ اپنی
مادر دو بیوی یا بیویوں کی رفتار میں حاصل کرے۔ شاید اپنے
فلک اکیل کی یونیون کو اس کے جیزیرہن سے اجازت حاصل کرے کی
درستہ سرت کرے۔ شاید ایک بیوی اس سے نکاح میں شخص کے نہ انتہا
اوہ اس کی بیوی یا بیویوں کے لئے اسے اور بیویوں کو فصل کے
جیزیرہن پہنچوں ہو گی، اس بات پر عذر کرے کہ اس کا مزید ایک بھی

اُس کے خلاف یوہی کو مدت میں شکایت لی جائے کافی ہو گا جبکہ ساتھ عذر، ذکر چاربہ ہوا ہے، اللہ شوہر کو اس کے ساتھ الفاظ کرنے پر بخوبی کرے گی۔

دفعہ ثیرے

اس دفعہ میں طلاق کے جواہر اور دفعہ کے لئے گھنیں وہ تقریباً پہلے کے پورے قرآن کے احکام کے خلاف ہیں۔ اول ان احکام کو ناقص ہوئے کے تالیع مسلمان ارشاد کے خون میں اس قدر فتنہ انگز ہو رہے کہ کشاپاٹی اور کاپڑا افسوس ہمیں کجا جا سکتے۔

اُس کی وجہ سے اُن میں بیان یہ ہے جسم دیا گیا ہے کوچھ شخص اپنی یوہی کو کسی صورت میں طلاق دے (غایباً) کی صورت سے "مراد یہ ہے کہ خواہ وہ طلاق بھی ہو جائے اس باطل کو نسل کو چیزیں کو اپنے اس نسل کی اصلاح دے گا۔ دسری تھی میرے ملے کیا گیا ہے کوچھ شخص طلاق زدے اس کو ایک سان تیس سال پہنچاڑا درپیش جانشکن سے اس دلوں مذہبی و دینی و ایتیمنگی تیزی اور اپنے چوتھی ختنی میں ملے کیا گیا ہے کہ:-

۱۔ طلاق کی حدود طلاق دینے کے وقت سے پہلی شروع ہو گی بلکہ یہ میں کو انس کی بیرون کو شدن کو دوسرے ملنے کے بعد سے شروع ہو گی۔

۲۔ اور حدود صورت۔ کافی ہمارا ہوئے کی صورت میں ۴ دن کی بھی۔ اول اسلامیت کی صورت میں رضی محل تک دیا ۱۰ دن تک۔ (۱۰ دن سے پہلے تھی طویل تراہ) مذہبی ہو گی۔ یعنی اس حدود کے انداز پر جائز ہو گا۔

۳۔ مدد بھی کامل ہوئے تو اس تک رسید۔ اس کے لئے جو کہ اپنے زیر انتظام قرار دے کا حصہ ہے کہ درجہ احترام کر دیتی کو شش سوے کے لیے اور ۱۰۰ دن کا ایک مدد۔ اسی صورت میں طلاق اتفاق ہو گی پر مددیں اگر اسی مدد کا حکم میں نہ کافی ہیں۔ مددیں کافی ہوں تو اسی صاحب اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ اسلامی قانون طلاق بر صولوں میں سے ایک یہ ہے ترجیب کبھی بیان اور یوہی میں احتلافات دو ناوارہ تو قریبی برخشنہ دو اور دوسرے تو ان کے درجہ احترام کی کوئی بیان نہ کی جائے اور قریبی برخشنہ پختہ کیجئے جو اعلیٰ اخنوں نے قرآن کے دو احکام کو بالکل غلط طریقے سے

شوہر سے عمل نہ کیا ہو۔ اور اس وقت ایک یوہی کو جس کے لفظ میں بخوبی سے بسطا لیا گی۔ لے کافی حاصل ہوتا ہے کہ ایسا کے ساتھ عمل کیا جائے یا خوب صرف ایک یوہی رکھے۔ قرآن کا نام مکمل کے اس منشاء کو پورا کرنے کی پیشکش قسان کے کس نقطہ یا انشاء کے یا تحریک سے اخذ کی جائے ہے کہ کلاع سے پہلے شوہر اپنی موجودہ یوہی یا یہ بیویوں کی رفاقتی حاصل کرے اور ایک پیغامت کو اپنی ضرورت کا اطیاب انہیں کے لئے پھر قرآن کے کس نقطہ انشاء سے جنم اخذ کیا گیا ہے کہ جو کلاع موجود یوہی یا یہ بیویوں سے اجازت لئے تقریباً ایک پیغامت سے لائنہ صاف ہے اسی پر ایک یوہی ہے۔ اور اس کے کام کی وجہ سے ایسا شخص کو جسیں بھی بھیجا جائے۔ اور اس کے کام کی وجہ سے یہ بیویوں کو عمل نہ کرنے کی شکایت پیدا ہو۔ بخوبی کلاع کر لینا ہی وہ جائز و جو شکایت ہو جس کی بنیاد پر ملک کا مطابق ہے کہ کسی ہے پاکستانی ہیں؟ براہ کام ہیں یہ بتایا جائے تکہ قرآن کے کام کے اخذ کیا گیا ہے؟ اور اگر قرآن میں اسے تو کیا کوئی شہادۃ اس امر کی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یوہی کے بعد صحن شاویاں کیں، ان سے پہلے حضور نے صحابہ کرام کو توحیح کر کے احسیں اس بات پر مطمئن کیا ہو کہ مجھے مزید بیویوں کی ضرورت ہے؟ یا صحابہ کرام میں سے کسی کو دوسری شادی کرنے سے پہلے اس بات پر بخوبی کیا گیا ہو کہ وہ اسی پیغامت کے مانندی پیش ضرورت ثابت کریں؟ یا اگر صحابہ کرام میں کبھی اسی یوہی کو صرف اس پنایا جائے کہ طلاق کا حق دیا گیا ہو کہ اس کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے؟ ایسا شخص کو اس جرم میں پکڑا گیا ہو کہ اس نے بچھی بیویوں سے اجازت لئے تقریباً پیغامت سے لائنہ میں بخیر یہ ایک کلاع کر دیا ہے؟

اگر پیش نظر قرآن کا نام کے متعلق کہیا جائے کہ اسلامی قانون میں داخل کرنا اوتوبات دوسری ہے۔ در قرآن کے منشاء کو پورا کرنے والوں میں نظر ہو تو یہ یوہی درج مقصود کر دیجئے کہ قابل ہے۔ بیویوں کے قرآن اور اس ترتیب اور فہرست اسلامی اور کہ جیسا دیکھیا جائے میں اس کے اصول دو قواعد سے پا اگلے نامہ میں اس کے بچھے کے صرف ایک چیز اس دفعہ میں ہوئی چالیکے اور دیہی۔ یہ کوچھ شخص ایک سے ناگزین یا رکھنے کی صورت میں اس کے درجہ اعلیٰ اخنوں میں

سے کوئی درجہ بندی نہ طلاق سے کوئی تجزیہ کی جزو نہ ہے۔ اور اسی تراجمے پر
بایوچاٹر نکل کر قرار دے گئے تو، راستے طلاق کی ضرورت نہیں بلکہ
کوئی تجزیہ کے شکل انہاں کی کاروائی کو مردوں کو علیم کی پاسستے
کی صورت میں عدالت فیصلہ کا پابند کر دیا۔ اس کا تجویز یہ ہوا کہ عادلانہ طلاق کے
لئے پڑھے حکم حکماً اتوں میں دھونے جائے گے۔ مثلاً افغانستان میں ایت ۱۹۱۵ء میں
چاہیہ نامہ جو کہ پھر تھے کہ ایسا عدالت کو اس بات پر علمن کریں کہ
اُن کے لئے جو اپنی انگریزی ولی ہے اس نے انہوں نے ایک درجہ
کے خلاف جھوٹے ثابت اور زیادہ تربیت اخلاقی کے انتہا میں بھیجا
لیکن اگر اصل ورود طلاق مبارکاً ویسا نہیں تو اسکے جو کہی حکمت کو
مذکور کر دیں۔ اس طرح ان چلٹکے تو اہم طلاق کی بدلتہ مفتری
سماشہ طلاق کے انتہائی فتنہ اگر مقدمات سے بر زیادہ ایسا ملکے
سے نہ کاؤں ساز ان اہم مغرب کی اندھی تعلیمیں ہمارے خاشر کو
اُن نہیں سے روکا رکھے دو رہے ہیں۔

ازدیشی کی اس دفعہ کی وجہہ اُن اشتوں میں حسب ذیل امور
صرتی جو پرائز کے خلاف ہیں۔

۱۔ اس صورت کی حدت یہ ہے کہ اس کے پھرین کو توں دیجی
کے بعد سے شروع ہوتی ہے خواہ ہذاقی دیجی کے ہمینہ دھیونہ مدد
ہو جو توں دیا گیا ہو، حالانکہ قرآن کی راستے طلاق زبان سے نکالے
ہی حدت کی حدت شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس میں حدت کی حدت غیر عالمی صورت کے نئے
و دراً تقویہ دی گئی ہے۔ حالانکہ حدت رائی اور دین میں جو اس
کا درت ہے۔

۳۔ اس میں اعمال عورت کے عدالت کی حدت دفعہ سی یا
و دون رائی میں سے بیرونیت بھی (غولی تریخ) فراہد گئی ہے۔ حالانکہ
ذراً اور کافی حدت سے نہ کوئی حدت و فوج میں پرائم ہو جاتا ہے، اور وہ
غمز جانشی خوبیت کی حدت نہ ہے۔ لیکن اسکے پھرین نہیں روکی
گئت۔

لکھ۔ ۱۔ اس طلاق کے ادا کو فیضی اور کے پھرین نک
لائیں۔ پسچاٹ اور اس کی میں صاف کریں کہیں پر اتراف کرو جاؤ گیا
ہے۔ حالانکہ جو توان کے باطل طاقت ہے۔ جیسے اگر اس پر
 واضح کر کچکے ہے۔

ایک درجہ بندی کے ساق خلط ملک کریا ہے۔ اور قوانین کے متحفظہ ہے
خی طلاق کو ایک بیانیت کے ساق خلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ قائم کی
میں طلاق نہ کو حکام ہاں کل الگ بیانیت نہ ہے، اور میں پر ہی میں
اخلاقیات کو رکھ کرے کی صورت الحکم بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ
میں ایت ۴۲۸ سے یہ کہ ۴۲۸ کا اور سورہ الحلق کی ایت ۱۹ میں
اوہ سورہ طلاق کی بھی سات لیتوں میں طلاق کے احکام بیان کیے
ہیں۔ کوئی قاتمی فہم بخوبی والا اسکے احکام کو قریب ہوئے فہم
یہ حسوس نہیں کر سکتا کہ ہمارے شوہر کے حق طلاق کا کوئی بیانیت یا حدت
کے مانسے پڑھنے کیست اور اس کا بیصلہ اصل کرنے سے منع کر سکا
ہے۔ اور اس احکام کے صاف نتائج تو نہیں ہے بلکہ شوہر بھی ہے
طلاق دینے کا خارجہ۔ ایک آیت۔ کے مانسے تھاں اسی میں
”بیدہ سقراں نکاح“ کا فخرہ ایجاد فریلی ہے اسی کے ساتھ ہے
کہ عقد نکاح کو برقرار رکھنا یا تو نہیں شوہر کے اختیار ہے اسکا پہ
اس اختیار کو استعمال کرنے کے نتائج کسی درجہ سے کی طلاق
رجوع کرنے کا پابند نہیں ہے۔ دوسری طرف صدقہ اسکی آمد
ہے، ۵۰ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ درجہ کو تو ایک حکم شوہر کے
بیویاں شوہروں کی طلاقت کی دیونی ہیں۔ اگر بھی شوہر کا وہ
اختیار کرے تو شوہر کا سے بھیج بیان کے نئے مختلف تواریخ اختیار کیا
جسے۔ اس اگر رجھن کے دریاں کوئی جگو اور تو ایک حکم شوہر کے
خاتمی سے ادا کیے حکم بیوی کے خاتمی سے مفترک یہ نتائج تاکہ دو دلو
میں رجھنے کوئی ناتھی کی کوشش کریں۔ اس آیت میں میرے
سے طلاق کا کوئی ذکری نہیں ہے اور کہیں بھی نہیں کہا گیا ہے کہ اس
سچھ صاحبت کے قریب شوہر طلاق کا اختیار اس متال کرنے کا حق نہیں
رکھتا۔ ان دو الگ قوانین کو ایک درجہ سے کے ساتھ لگانکر کے
ایک قانون کا ملتا درجہ سے کاؤن کے ذریعے قوت کر علی کوشش
کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

در اصل اس دفعہ کا بھائیل خری۔ اے انتہائی ناص قوانین
نکاح طلاق سے اخذ کیا گیا ہے اس احکام یہ ایجاد اسے کہہ نہیں
کا توں طلاق کے اصول پر بنی ہے۔ غرض میک دیکت دیاں تک ملائی
کو ایک برائی اور ایک تاجاری کا دردی کی محتملہ اور ملام پر اس کا کتنا
کراس میں بیچ رہا ہے۔ پھر اپنے اس تکنیک کے بدترین نتائج دیکھ لیتے

۵۰۔ سعید سے اور قاتلوں پر کوئی طاقت کے دریان اختلاف فارغ توجہ حاصل کیا اور اس سے ان کی معاشرتی زندگی میں نہیں بھیج دیا جائیں رہے گا اور اسی۔ مثلاً۔ کبھی طور پر یا کشہ دہرا لایتی ہو یا کوئی دقت تین طلاق دینے کے بعد اس سے مرد جو کسے قواس کی حقیقتی اور اس کی خاتمی ایمان اس پر جمع کو جائز قرار دیں گے۔ یہوی شوہر سے آزاد ہو کر دوسرا نکاح کر سکے گی کیونکہ قانون اس میں مانع ہو گا اور بتاؤ اپ کیا اس شوہر کے جوں پر کسے گی کیونکہ اس کی عقیدہ کی رو سے یہ زنا کا کام تکابی ہو گا۔ کیا اسی عقیدہ کی گئی کہ کوئی کافی قانون پر ہر کتنا شے ہے کیا آپ کے قوامیں یہ طاقت رکھتے ہیں کہ قوتوں کے عہدا نوں تبدیل کر سکتے ہیں۔

داغمہ تمبر ۱۲

۵۱۔ و قوتوں نے ایک دل کے لئے عمر نکاح کی حدت ۳۰ سال ہے۔ پڑھا کر سو اس سال کر دی گئی ہے۔ یعنی سو اس سال سے لم عمر پر کی کا ہلخ اب ازدیسہ آلون نہ ہو سکتا۔ عمر نکاح مقرر کرنے کے کافی قانون پر ہیں ملکی مرتبا جب اگریزی دوسری بنیا گیا تھا۔ ۱۲۰۰ و قوتی بھی حلاستے اس پر احتجاج کیا تھا اور اس پر اور قدر پر ہم پھر اس پر اعلان کرنے کے لئے بیویوں، بیوکوں یہ قرآن مجید کے صحن حکم کے علاوہ اور ان حصائچے سے متفاہم ہے جو قبصیں اسلامی شریعت نے احمدیت دی ہے۔ قرآن مجید میں بالآخر انصار کی ایسی لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے جس کو ایسی عرض نہ کیا ہو۔ سورہ طلاق کی آیت نمبر ۱۶ میں، بتایا گیا ہے کہ جن عدو توں کا حصہ آتا ہے جو کہ ہوا جن محو توں کا ہو جو حصہ آتا ہے تو جو کہ اس اور برمطہیں حدت طلاق تین چھٹیے ہے۔ احمدیہ ظاہر ہے کہ حدت طلاق کیا مساواز زیادی اور وفات ہوتا ہے جو کہ سب سے نکاح ہو چکا ہو اس لئے اسی تسلیمیت اور قدر سے کہ طور پر اس پر کے ساتھ نکاح کو جائز نہ کرو دیتا ہے کیون کوئی جیسی اس قدر کی ملکیتی بالآخر نہیں ہے۔ اس کے لئے ملکیتی اور ملکیتی میں کوئی تفاہ نہیں ہے۔

قرآن کے ساتھ اس تھاں کے علاوہ یہ سوال قابل خدمت ہے کہ اس ملک میں کی کافی ایسا خالوں سے جس کی رو سے ۱۲۰۰ برس سے کم

۵۲۔ سماں شوہر کے خالوں اور بیوی کے خالوں کے ایک یا کچھ کم کے ساتھ بیویں کو اس کے لئے بڑا فرق کر دیا گیا ہے حالانکہ قرآنی صرف دو قوی خالوں کے کافی کیا کہ ایک کچھ کم کے ساتھ اخلاقیات پیش کرے کا حکم دیا ہے۔ بیویں کو اس کے چیزوں میں لارگا پہنچنے ملکیت کے خامہ خالوں کو کوئی محفوظیہ سرپرست ہے، یہوں ہو سکتے ہیں اس کی رو سے اس کا ایمان ہوتا ہے۔ ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتے ہے کہ دو قوی خالوں کا ایمان اس کے چیزوں میں کوئی ایک اس پر بھی آدمی کے ساتھ نہ ہے اس کی طرف یہوں کو کچھ پسند کریں۔ کسی جو فی شخص کے ساتھ میاں اندھیری کے بعض ایشے معاملات بھی آئکے ہیں کہ اگر اس نے قانون ان ۱۹۷۴ء کا ایام کر دیا جائے تو شاید وہ یہ خالیوں پر اس ملک کے قانون کا بڑے جوش دو دفعہ سے بڑھنے کی وجہ سے فرباد ہیں اس واقعیت پر ایسی جس دلیل ہے جس کو جب ہجھکھے پہنچنے کیوں ہے۔ اسے شروع ہوں گے۔ اور بیویوں کے طبق طلاق کا نفاذ ایک بھی نہ ہے۔ کیا ایمان یہ موقوف ہو جائے تو ہمارے ہاں بھی شوہر ایسی بیویوں پر جو اخلاقی اذیات لکھانا۔ شروع کر دیں تاکہ بچا یہ کو خالق کے ناگزیر ہونے کا عتائق کر سکیں۔

۵۳۔ دفعہ ۱۶۷۶ء ایک اور قوتی ایک بھرپور تسلیمیت کی قیمت ہے۔ اس میں بیٹھے کیا گیا ہے کہ ہر دو شکل جو کسی خوشنود طلاق کے فریض ہے جو چکا ہو، اس کے تریکیوں دوبارہ نکاح کر سکیں گے۔ بغیر اس کے کہ بیک وقت دی ہو تو طلاق اس خواہ تین یہی بیویوں کے بیویوں مخالف نہیں ہوں گی اور ملکا اس کی تائیں ایک دو خالق کی ہو گی۔ بلاشبہ یہ پر بعض قسمی نکاح کے تردیک درست ہے۔ میں حقیقی نکاح کے خلاف ہے۔ حقیقی نکاح کے نکاح ملکیت اور ملکیت کی طلاق کے علاوہ ہو جاتی ہے اور مسلمانہ عورت سے استعمال میں شوہر کو حدت حدت کے اندر رکھ کر نکاتے ہے اور عورت اگر بھائیت کے بعد اس کے ساتھ پھر نکاح کر سکتا ہے جو بھنکر کر، اس کی تخلیق نہ ہو جائے۔ اس ملک کے باشد و ملکی عکس اکثریت ہے۔ ان حقیقی نا مشددوں کو جو اعتماد امام ابو عینہ در حسن الشد طیبہ اور نہیں ہب حقیقی کے اندر فقہاء کے علم و تقویٰ ہے رواجاً خدا جملے کے قانون سازوں پر تھیں ہے۔ اور بیویوں ہو سکتا۔ اس قانون سازی کا لازمی تجویز ہو گا کہ

پاکستان - لاہور۔

مولانا امین الحسنه است سید خلیل الحمد قادری - خطیب
جعفریہ اسلامیہ مسجد -

مولستانی اقتصادی اسلامی - خطیب چاہرہ دش
اہل حدیث - لا ڈین -

مولانا حاج ظلیل محمد رضا پیری - ناظم حامی مفتضی الحدیث
مولانا ابوالحیی امام خاں توپخانہ ری لاہور۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی، لاہور
”مجھے اصل دنخات میں وہی اختلاف ہے جو اس پھر میں ظاہر

لیا جائے گا۔ لیکن اس دھماکتے میں ہو امور خوب رکھ لئے کریں
ان کے بعض اجزائے اتفاقی فہریں ہیں

کوڑا ہائی اسٹڈیز گین - بہمن دارہ ھائیسٹھ گوں جیہے
پاکستان لاہور -

”مخصوص بالا کی بعض جزیا ت اگرچہ تفصیل طلبیہ با غیر طلبیہ ہیں
مگر اصل تفصیل کے لحاظ سے میں اس پڑھنے مخصوص نہ تھاں ہوں۔“
مولانا حافظ قمر عدالت شیر و شیری۔ ممتاز حاجت نور الدین الحمد

تجھیل: — پاکستان کے نوجوہہ صادر نے ایک دوبار
تینوں بلکل بار پاکیسی تقریریں لی چیز ہن ہے
ظاہر ہونا یہ کہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہ ہاگہ رہے اور اسلام کلت
میں جو اسلام ہی کے نام پر مصالح کی گئی تھی مانحت وہ اسلام ہی کو
فروغ دینا چاہتے ہیں الحمد لله علی ذلك۔ اسلام پوٹکسی کی
محمد و مدحہب اکسی جغرافی ارض، کسی طبقہ کا ہم نہیں اور اسلام
کسی خاص مقام کے رہنے والے کو نہیں سمجھتے۔ اس نے حمد و صوف
کی شہری بیانوں پر صرف پاکستان ہی کے مسلمان خوش نہیں ہوتے
بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں میں کی اکاذبیتیں مسلمانوں کے قلوب و
اذہات میں باہر ہاری۔ سکھتیزیر جو کوئی الحکیمیاں کرتے چل گئے
ہر طبقہ مسلمان سرور ہوا کہ پاکستان کی قومت کے نئے ناک
اسلام کو نشووناہ دینے کی مانیں کر رہے ہیں۔

لیکن داحستا کہ جوں جوں دلت تگز تاجراہا ہے خوشی کی
یوں خالی متساخ خوف دوڑنک کے بعد پاؤں جیسا پیچ چلی جا رہی ہے

یہ ایک حق نصیحت ہے جو تم اس لمح کی بھلائی کے لئے اس کا ردِ خیس کے نفاذ سے پہلے ادا کر دے ہیں۔ اس کو ادا کر دینے کے بعد ہمارا فرض قسم ہو جاتا ہے۔ اب یہ حکومت کا کام ہے کہ من غلبیوں کی نشان و بھی دلالت کے ساتھ کر دی الگی ہے اور ان کی اصلاح کرے۔ مولا ہماقی خوش ہو جائے۔ مستلزم چاہیدا شر فیض۔ لا الہ اور۔

مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، ناظم مرکزی حزب الاعان
پاکستان۔ لاہور۔

موزائیک سید ابوالعلیٰ مودودی۔ لاہور۔

مولانا محمدزاده کاظمی، شیخ الحدیث جامع، اشرف قمی

مولانا مفتی جعفر حسین، مجتهد سابق بکریورڈ آف تعلیمان اسلامیہ
دھنور سارا مسلیل پاکستان۔

مولانا محمد عطاء رالله حفيف، صدر جماعت الجعویت، لاہور۔
مولانا سید محمود احمد رضوی، نائب ناظم مرکزاً نہیں جز الائچا

یہ ایسا تاریخ میں نیا چھپا۔ اسلام کو باریا اسی لوگوں نے
اسخ پہاڑی کیپے ہون کی زانیں اسلام اسلام کا وظیفہ بنتے
خنک ہوتی جاتی چھپا۔ جو اسلام ہی کے صدقے میں امداد قائد
ہے لئے اور جن کے بالتوں میں اسلام ہی سے قوت دافترا کی
کنجیاں دی چھپا۔ مصطفیٰ اقبال کا شکری اب بھی نشان عبرت بن کر
زندہ ہے۔ بعض روحی مسلمان ملکتوں میں جو بتا دہماں کے میں
حکمران اسلام کے ساتھ رہ رہے ہیں وہ بھی اہل خبر سے بوشیدہ
ہیں۔ خدا کرے پاکستان میں یہی عبرت ناک ڈرامہ کھیلا گیا
 تو چاہے آسمان نہ پچھے مگر ان غلامان اسلام کے دل غرہ پھٹ
 چاہیں گے موجودہ صدیق پاکستان سے اسلام کے حق میں امداد
 لگائے یعنی ہیں۔ جن کے نے دنیا کی حیثیت مسرت پر خیریتی ہے
 کہ دنیا کے کسی گو شریں تو اللہ کے دین کی نشأۃ ثانیہ پر ختم انتہی
 دی جا رہی ہے اور جن کے دل پڑھا اشک بن کر انکھوں کی راہ
 سے بہہ جائیں گے اگر انکھیں پر لرزہ غیر اصلاح دیدی اُنکی پاکتائی
 میں بھی اسلام کے ساتھ مسخر کا دہی پر انکھیں کھلما جا رہا ہے جسے
 اسلام سے اس کی سروادی چھپن لی اور مسلمتوں کو مسخر کر بھکھانے
 والوں کی صفت ہیں لا اھنایا۔

عمال ہی مختار تو اچھیں کی گھرائی ناپنے کا آئہ ہیں۔ انسانی
 جس قصہ کو ہم خوب ہشتات کی منزیل اور ماںوں کا ہدف تصور
 دیتا ہے، اس کی حوصلی میں تمام ملن کو ششیں صرف کر دیتا ہے
 وسائل فرائم کرے اور مواعنات کو جڑ بیاناد سے اکھار پسکئے کی وجہ
 اس کا اور مضا پھونا بن جاتی ہے۔ مدد پاکستان کی کوشش جانیاں گے
 اور ملینے! لیکن یہی حسرت ناک باشہ کے کروں اسلامی علم و
 خون کے ستم با رہیں۔ جنہوں نے اسلام کو اس کے علم و حروف
 سرچھوں سے لائق اسٹادوں کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ جن کے
 انوال ہی نہیں کردار بھی اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہیں اور جن
 کی زندگی اسلامی علم کی نشر و اشتاعت اور تعلیم و تعلم میں بس
 ہو رہی ہے وہ تو اچھائے اسلام کا پر شور دعویٰ کرے وائے اقتدار
 کی بارگاہ میں کسی ہمت افزا جی اور قدر مشتملی کے مستحق ہیں
 ان سے اسلام کے اہم ترین مسائل میں مشورے نئکی کی ضرورت
 ہیں بھی جاتی ہے۔ ان کا کوئی مکروہ مقام، کوئی دفعہ منصب، کوئی

امید و آزادی کے شگونے مر جائے چار ہے ہیں۔ سنہرے ہولیوں کا
 علم ہے جو تمہروں کی سکھار خیالوں سے مکلا کر پاش پا شہر ہو
 جاتا ہے۔

یقین ہوں ایک نہت ہیں جو سے افسردہ دلوں کو نشا طادر
 پر مردہ ذہنوں کو انبساط میزتا ہے۔ لیکن اگر عمل ان کا ساتھ رکھے
 تو ان سے سینے سے بایوسی، کرب اور اناروہ کے قوارے سے ابھی
 گئے ہیں۔

کسی کی پیشانی پر کبھی یہ لکھا ہیو انہیں ہوتا کہ وہ مخلص ہے یا نہ
 نیک نہت ہے یا بد نہا۔ بد نہا کیا حال ہے جو کہہ سکیں کہ صدر
 پاکستان اسلام کے حق میں مخلص نہیں ہیں اور جیسے وہ اسلام کے گن
 گانے ہیں تو ان کے سینے میں عزم دھل کی کوئی تنگی نہیں ہوتی۔ لیکن
 انسانی نظرت کی اس اعتماد کو کیا کہیے کہ وہ برقرار کے لئے عمل کی
 گواہی اور ہر دعے کے لئے عمل کی شہادت چاہتی ہے۔ پاکستانی
 اقیار سے اجیاتے اسلام کے مسلمانوں اب تک جو نہت و متفق
 اقدامات مکے ہیں ان پر نظر جاتی ہے تو ہر سوچے سمجھنے والے مسلمان
 کو یہ الماک تاذرمتا ہے کہ مغل اقتدار میں جس اسلام کے احیاء و
 ارتقاء کی پاٹیں ہو رہی ہیں وہ وہ اسلام نہیں ہے جسے صادر
 محدودی رسول اپنے ملی انشا علیہ وسلم کے قرن مبارک سے آج تک
 تمام صحابہ، تابعین، ائمہ، مفتیوں، علماء و رشاع اسلام کی تھی اور
 سبھی آئے ہیں بلکہ وہ اسلام ہے جسے شے زمانہ کے ہمہ محبوبین
 نے اسلام قرار دیا ہے اور اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ قرآن و
 سنت کے مقابلہ میں وہ محرابی انکار و تصویرات کو زیارتہ و زینی
 محسوس کرتا ہے۔ محرابی صدیقہ فکر کا اس کے لئے ہدیہ ہے، مغرب
 ہی کے کھینچے ہوئے خطوط پر گامز انہیں اس کی نگاہ میں ترقی کی
 دلیل ہے اور جہاں کوئی قرآن و سنت کے دستی ہوئے تصویر اور
 محرابی اندرا فکر میں نکر جو یادی ہے وہ افظع دیان کی بارگاہی
 کا سہارا لیکر سورا الرکبی کو قبول کر لیتا ہے، تباہی اس کی کبھی
 نہیں کہی اگر قرآن کی نگاہ ہوگی اگر علاوہ اسی زندگی
 کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس کی زبان خلاف قرآن تصویرات کو
 میں قرآن اور عین اسلام کہیے ہیں تیر سے تیز تر ہوئی چلی
 جاتی ہے۔

نور عالیٰ نوریہ کران کی محلی زندگی میں اسلام کے معروف رنگ دلو سے
خالی اور ان کے مثالاً غل، ان کے سوچ پھنس کے جھنگ کا دھنگ اور ان کے
آخری طرف طرق خیر اسلامی رنگ میں رستگہ ہوئے ہیں۔

معن اور بہمگانی کی بات تینیں، حقائقی سبک سامنے ہیں
ابھی پاکستان میں الساد و فاشی کا جو اڑی نہس نافذ کیا گیا ہے اسکے
بارے میں خود گورنمنٹری پاکستان نے بتایا ہے کہ وہ اقوامِ خدا
کے لفظی، سائنسی اور ثقافتی ادارے کی سفارشات کی روشنی میں
مرتب کیا گیا ہے، اور اس میں صرف ان سیتوں کو محروم کرنا یا کبھی
جو حکمت فردشی کو ذریعہ معاش بنانیں۔ خود حکمت فردشی کوئی حرم
نہیں رکھتی ہے۔

پوس بات کی مثال ہے کہ فروع اسلام کا دھنی کرنے
والوں کے بیان خود اسلامی تعلیمات کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ تنکی
مفری انداز فکر ہے۔ یہ باتِ نہیں کہ اقوامِ خدا کی کچھ کا ویوں
کو سراہکوں پر رکھنے کی بجائے قرآن و سنت کے درپر سرشار جھکایا
جانا۔ کون نہیں جانتا کہ قرآن و نسبت علیت فردشی کو بھی انکے
حزم تاریخی اور اس جذب اور باشی و ہدایاتی کو کبھی جواہر اقسام
مخدود کی نگاہ میں قدم کے لائیں نہیں بدترین سزا کا شکن گو اتنا ہو
گر و قرآن احمد دیکھتا ہے اور قرآن پر بیان کا دعویٰ ہے واسطے
قانوں کا سنت سکھے اقوامِ خدا کے لئے بھی ہے۔

اس عالمی یکشن ہی کے قصہ کو بیٹھے۔ یہ بھی نام نہاد جھوڑو
مکومت کے زمانے میں مقرر کیا گیا تھا، اس کے پیشراہین دنیا کے
اور علم و تنوں میں چاہے بغرا طو و غراظ کے بھی کان کاٹتے ہوں گر
علوم اسلامیہ میں کسی استیاز کے مالک نہیں تھے۔ مسلمانوں کی عالمی
زندگی اسلام سے یہ تعلق ہوتی تھی تو یہ باتِ تین قیاس ہوئی
تھی کہ اسلامی علوم سے یہ بہرہ اور اسلامی ہمدردی سے تینی دامنِ خدا
اس کا جائزہ تھیں، اس میں اصلاح کی پیچی چلا میں اور اس کے دردوبول
تین نمائش شق کا پارٹ ادا کریں۔ لیکن بچپن بھی جانتا ہے کہ اسلام ایک
دائر و جامع نظام ہے۔ جس کے دائرے سے زندگی کا کوئی بھی کوثر
باہر نہیں، اور عالمی زندگی کی عمارت تو غالباً اسلام ہی کی تھیات
کے خیل پاہیوں پر کھڑی ہے۔ لیکن صورت ہیں مدد پاکستان کی
اسلامی دوستی سے یہ توقع ہے جن نہیں حتیٰ کہ وہ اس طرح کے

قابل ذکر نہیں اس بیان نہیں ہے، لیکن وہ مذکور افراد ہیں
تو ان لوگوں کی خصوصی نے اسلامی علوم و فتوح کو اپنے سامنے کھما
ہی نہیں یا سیکھا ہے تو ایسے سامنے کے اور ایسی درستگاہوں میں
جو اسلامی تعلیمات کے پابھیں ذرا بھی لائق اعتماد نہیں۔ بلکہ وہ اپنے
حلقہ میگوں شوں کو اسلام کی آئین کا سائبن بنانے میں مشغول رہتے
ہیں۔ جہل آتنا خط طیا ک نہیں ہے جتنا دہ ملم جس کی بندادری باہم
ناسدا فکار پر استوار ہو جوں۔

صدر پاکستان کے نزدیک اگرست شریفین کے خوشیں اور
مغرب زدہ اسلام کے شاگرد ہی اس سے سچ ہیں کہ اسلام کے
اجیاء و ارتقا میں انھی کو جایا جائے اور بھروسے کی تقدیر اور ایسا
انھی کے حصہ میں آئیں تو یہ حقیقت بالکل ایسی ہو جاتی ہے کہ صدر
پاکستان کے خلوص بیکاری کی کوکھ سے اور حکم بھی پیدا ہوگر قرآن
سفت والا اسلام کو معنوی والا اخلاق اور دین اپنی کے سامنے میں
ڈھلانہ ہو اسعاشرہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

فرض کیجئے زید سانتس کی کمیٰ سنتیٰ نور شفی میں نہیں پڑھا۔
کمیٰ سنتیٰ سانتس کا شاگرد نہیں ہے۔ اس زبانِ تکرے والے
عہدی جس میں سانتس کے علوم و فتوح ہیں۔ لیس اردو یا اسی اور زبان
میں اس نے سانتس پر پندرہ مقالات پڑھ لئے ہیں۔ ادھر ادھر سے
سانتس کے چند فارموز میں لئے ہیں اور کسی عربی درستگاہ پر پڑھنے
تمدنیٰ تھیت کا فضاب پہلا کر دیا ہے۔ اب اگر سانتسیٰ ترقی کے ادھر پر
مسائل پر غور کر دے والی کمیٰ اعلیٰ علوم کی کافرنس میں اس کا نام اکھی
پیش کر دیں تو کیا دنیا میں بیوی میں کیا زادہ اہمیت دیکھی
کیا اس پیش کش کو کسی بھی درجہ میں قابلِ اختتام کیا جائے گا۔
ظاہر ہے کہ نہیں اور کمیٰ نہیں۔ مگر اسلام کے باب میں پیغمبر
سمٰ ظریفی ہے کہ نے درس کے دلیلیں اسلام اکثر و بیشتر یہی ہی
لوگوں کو رہتا، اس میں اور سند قرار دیجے ہیں جن کا حال اسلام کے
میدان میں اس سے خلاف ہیں جو زید سانتس کے میدان میں ہے
یہی لوگ اسلامیات کے شیر و سفارش کئے اور سیاہ و سفید کے
مالک شیر و سیہ طلتے ہیں اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کا اعلیٰ علم کیا
ہے اور کس درجہ اہمیت پر احسان ذمہ داری پا لے جاتا ہے کہ بھارا
کمیٰ شور و کوئی فیصلہ، کوئی اقلام قرآن کے خلاف نہیں ہو ناچاہے

حکیمیت و نجات اور مظلومین اعانتی کی بات اور ہے۔ الفاظ کی رو سے تو اب دری ہر راستے حکومت پاکستان کے ہو سکے ہیں۔ یا تو وہ دلائل کی پڑھتی ہیں ملکی مظہر یعنی ثابت کرنے کے لئے اور یا تو اس کی بخشش کی بعض سفارشات کھلے طور پر خلاف قرآن اور فاسد و باطل ہیں تب تو کوئی سوال ہی انھیں اچھیت دینے کا پسیدا نہیں ہوتا تھا۔ مگر حتم نلک دن کی روشنی میں دیکھ رہی ہے کہ ان سفارشات کو صرف اچھیت دی گئی ہے بلکہ قانون کا ہمارا پہنچانے کا کام دہ کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کچڑا جزاں انسانیت پر جو قصیدت شدت کو سختی ہے کیا اتنا فی اقتدار کی زبان پر جس اسلام کے فروع و احصار کی یا تباہی ہیں وہ قرآن و سنت والا اسلام نہیں ہے۔

یہ نہایت ادب سے محترم صدر پاکستان کی خدمت میں عوف کریں گے کا سے عزت آب ااس صورت حال پر ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے خود پسراہیں۔ موت ہم سب کے لئے ہے اور حساب آخوندی سبی سبی سے ہوتا ہے۔ بلکہ جناب صدر اور پاکستان کے محترم وزیر قانون سے غالباً ہمارے مقابلے میں زیادہ نور وار احتساب ہو گا۔ یکوں

ملائے کام میں قابل اعتماد ہاتھ دفعات پر جو تمہرو کیا ہے وہ اتنا ہماں اور بھرپور ہے کہ اس پر کسی افضلی کی ضرورت نہیں ہے

فائدہ جو پتھرے دیجئے گے

یہ ایک حق نصیحت ہے وہ اس ملک کی بخلاف کے 2
اس اور ڈی نس کے نفاد سے پہلے داکر ہے ہیں اسکو
اٹا کر دینے کے بعد ہمارا فرض ختم ہو جائے گا۔

تو ما جنکی راستے میں ان کی ضرورت نہیں گئی۔ کیا اتنی صرف تمہرو شاخ کر دینے ہی پر ہمارا کافروں ختم ہو جاتے ہے اور حکومت اگر خدا تعالیٰ است نیھرے کی پروگرام کے بغیر قرآن کے خلاف قوانین نافذ کرنے جائے تو انھیں بھلے صبر و مکوت کے علاوہ کچھ نہیں کرنا چاہئے؛ یہ سوال خاصاً تو طلب ہے جنبدار علمائے پاکستان کی خواز کئے ہیں۔ پاکستان حکومت جس نوع کی بھی برلنیں یہ کیا اصراری تھا ان تمہرو کے ساتھی ملارہنی ہے لیکیا کیونکی اطمینان داعیان فرادیں اور اس طرح کی آجوریں جسکا صاف طور پر پاکستان رہائی ہو جو اس ملک میں اگر ہمارے رسول نے کامات میں من ملے تغیرات کے ہمہ نتیجے تو حکومت کو اس سے زوجہ کو رکاوٹ کا حاصل ہیں کرنا پڑے گا اور تمہرو کو دیکھیں گے۔ یہ تمہرو قابلِ حکما کیا ارزہ ہے نہست، لیکن نظر انداز کر دیا گا اور تمہرو دنیہ کو راستہ ملیں صاف ہے۔ اور غریب و پاروی کی کسی کو کہا فہرستیں کریں کہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

جن کے سنبھالے ہیں سوال ان کی سانشکل ہے خود جناب صدر اور ان کے چمال اپنے قوانین کی نافرائی کرنے والوں کو کڑی سزا میں بہت ستدھیں تو کیا خلافے مخفف ان لوگوں کو حکمت نزد اور کام جاؤ اس عالی میں اس کے تگے حاضر ہوں کہ ان پر احکام خداوندی کی نافرمانی اور تحریر و نشیخ کا جرم ثابت ہو رہا ہو۔

اسے دنیا وی جاہ و جلال کے امدادوار اقتدار کا نشہ پہلے نلک ہو بھرپور ہے۔ اور اج تمہاری قوت و سلطنت کا ذکایع رہا ہے، کون ہے جو تم سے آنکھ ملائے۔ لیکن دنیا وی ذرگی کے دن کی؟ ہر ہمارے دلادن موت کو قریب لارہا ہے اور قبلہ اس آخوش کھوئے ساتھی موجود ہے۔ یہ مظہر خطوط و مولیت اور کل جب اللہ کی پادرگا وحدی میں تمہاری صافی و تو اثر کی صریح و حکم ہدایات کی تبدیلی اور تحریر کا جو لتاک جو تم پر مانند ہو جائے اور تم پر بھی زکر کو کریں گے علم و تھما۔ ہم مخصوصیت کے ساتھ سرکشی کے مرکب ہو گئے تھے علم کی پکار تو ہمارے تمہارے کا نوں نلک پہنچا دی ہے۔ جسی ہی کا مذہب حکم کر دیا ہے۔

قرآنی آیات احکامیہ کی لاناٹی تفسیر

تفسیر معاشر کے مدد

از احمد ابن ابی سعید جونپوری المعرف بہ ملا جسیون (استاذ اور نگهدار)

یہ کتاب اپنے نیک تین سو سال قبل اس وقت تحریکی گئی جب ہندوستان پر بیان اسلامیہ کا اول اعلان فرمزدا در گنگ بیش مکہت کرتا تھا۔ تفسیر اس وقت سے لیکر جنک اسلامی کتب خالیہ کی جان بھی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا اعلان قانون اسلام (REGULATORY LAW OF ISLAM) سے ہے۔ صحیح اسلامی زندگی جس کا ہر گوشہ ہدایت ربانی سے ہمور ہو۔ جیش تفسیرات احمدیہ کی مناج رہی گئی۔ عملی زندگی کا کوئی اہم قانون ایسا نہیں جو اس تفسیر میں موجود نہ ہو۔

جو لوگ معرف قرآن پاک کے بیان کو سامنے رکھ کر قانون سازی (TOLICOISLATURE) کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے بیش بہتر اخراج اور مصروفات کے پورے کام ہے گا۔

تفہیم اختلاف کیوں ہوتا ہے اور کہاں کہاں ہوتا ہے۔ اگر کلام پر کسط طرح اسلامی زندگی کی تکمیل کی تفسیرات احمدیہ سے معلوم کیجئے۔

ترتیب سورے ساتھ تمام آیات احکام و عقائد و اختلاف کی پیست درستاد بزندگی کے ہر سریان کی رہنمائی کے لئے بیش کی جاتی ہے۔

تفسیر احمدیہ کو صرف عربی زبان میں دستیاب نہیں، اب اس کو اردو کا تھہرے ہوتے قابل بیرونی میں کیا جا رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر اسلامی کتبہ نکلا درادانہ دعوت نکل تفسیرات احمدیہ کو پہنچا دیا جائے۔

طریق کارہ: (۱) جواہر ایضاً تک تفسیرات احمدیہ کے خواہش بہوں نہ اپناؤ برپا اور بطور اشتراک ایک روپ برپا رہا۔ (۲) پروگرام کے تحت ہر ماہ تین ہفتہ رہنماءں سائز کے انقرہ یا سوسو مخفات کتابی شکل میں شائع ہوتے ہیں جسے تفسیر صرف پندرہ ماہ کے قصر عرصیں آپ نکل پڑھ کر حاصل ہے۔

ہر ماہ شائع شدہ ایک جلد بصورت دی۔ پی درود پر صحیح حکیم اس کی خدمت میں ارسال ہوتی رہی گئی۔ اگر ایک شہر سے پانچ دوست اپنی جلدیں کچھی طلب کریں تو وی۔ پی آنحضرتؐ کے اسال ہو گئی۔

(۳) بھی بول سکتا ہے کہ آپ نکل تفسیر کے بغیر پیشی کریں۔ پیس وسیلہ اسی وجہ سے اسال کر دیں۔ اور ہم آپ کو ہر جلد شائع میں پڑھتے رہیں۔

اپکا تعاون ہماری کامیابی کا ضامن ہے

کتب خانہ تعمیر دیوبند (یو۔ پی)

ڈریٹ لاکھ اسالوں کا "حسین" قاتلُ

از شمس نویش عثمانی

کے تباہ شدہ گھنڈر اٹھائے ہوتے اس کے تعاقب میں پیکتی اور ہی ہیں! — اس کو حصیوں ہوا جیسے امریکی فضائی کے حفاظت قلعے کے آہنی درودوں اور ایک دلخواہ پارہ پارہ ہوتے ہیں ۔ ہیر و شما اور ناگا ساکی کے دو آئس زدہ گھنڈر بھیں اس شروع ہوتے اور ان کے دو ہیکل جڑوں نے پورے امریکے ۔ نہیں اپوری دنیا کے گولے کو گل بیا! اس کو حصیوں ہوا جیسے کمی نے اچانک، اس کو اس کے پر سکون امریکی گوشہ عاقیت سے باہر بیداری کے ساتھ گھسیت کر زمین دامان کے درمیان لکھا دیا ہوا در پھر پوری قوت سے خوف اور ایسی اندرھیاروں کی اسی اوری میں لاٹپکا ہو جہاں دو اٹھی بکون پرسوا پوکر زمین پر تھوڑی سی دیر کے لئے دوزخ آتی ہے تھا۔ جہاں انسانی تندیب اور ساتھ کے ارتقایہ کا ایک پوش شکار جامی گھر عنابر پر دیا ہے آمیز لش طاری چو گیا تھا ۔ جہاں اُنکے الاؤ اور زہر آؤ دھوں کی زلزلہ انگریز اندھاں مگر دندلہ اور گھاٹلے مانپوں کی طرح جسی سی چکل جھکل چنگھاڑتی اور چنگھاڑتی پھر رہی تھیں ۔ جہاں جگ کے مرتخی زمین پر قبر غصب کے شعلے اُنکی رہے تھے ۔ جہاں انسانی سماج کے مرامیں سکن ہیسیب دھاکوں کے ساتھ یہ بعد دیکھے نہیں بوس ہوتے جائی ہے تھے اور گھنڈروں کی تازہ تازہ قبروں میں جمعتی "زندگی" کا رو بار اور رومان کی زندہ حقیقتیں جیشہ بھیت کے لئے دفن کی جا رہی تھیں ۔ جہاں مخصوص بچے دم توڑتی ہوئی اُن کی جمعت بھری گودے

۱۹۴۸ء میں امریکی فضائیہ کے مجرم کا ڈریٹ لاکھ اسالوں کی شخصیت ایک بدترین مجرم کی شخصیت تھی جسکے ہاتھوں دنیا کے دو تھیوں ہیر و شما اور ناگا ساکی پر جو ہری تباہ کاریوں کی بیلی خوداک بوجھاد ہوتی اور جس کے چھٹے ہوتے زمیں بوس گھنڈروں میں ڈریٹ لاکھ جیسے جائیں اس کا اچانک سر والاتھوں میں تبدیل ہو گئے! کلاڈ ایتمری کو ہدایات دی گئیں جس کی بیکی بھروسہ نشانہ دوست کر اتے ہی وہ یہ پناہ عجلت کیسا تھا پلٹ جائے ۔ اس کا بر ق رفتار بیمارہ پوری قوت سے حرکت میں آیا اور ہزاروں سیل کے سیاہ فاصلوں کا سینہ حرثا چو اس کو خطروں کی راستے آئی در سے گما جہاں نہ اٹھی دھمل کے کی زہریلی ہے اس کا چھپ جھکڑا سکتی تھیں اور نہ ہلاک ہئے والوں کی دل دوڑ جیغیں اس کے سکون میں خلی اندراز سو سکتی تھیں ۔ لیکن یہی بیمارہ اس کو خود اس کے "ضمیر" کی زد سے دور نہ لے جاسکا!

ٹھیک اس وقت جب بیمارہ اس کے جسمہ کو ہر بڑا اور ناگا ساکی میلیوں دوڑ بھگلتے لئے جا رہا تھا اس کا "ضمیر" اس کو اس سے بھی زیادہ تیز رفتار سے ہیر و شما اور ناگا ساکی کی طرف اڑا سے لئے جا رہا تھا۔

امریکی ہیچک جب اخبارات نے اس کو اٹھی تباہ کاریوں کی ہوش ربانی تفصیلات میں تو اس کو ایسا ہمیں ہوا میسٹر ڈریٹ لاکھ جا پائی لاشیں ۔ سے گور و کفن لاشیں اپنی بھلی ہوئی کالی کالی کھوپڑیوں پر دو انسانی آبادیوں

پیش میں آگاہ جو ہر یہ شما اور ناگاہ سماں کے پرست ملت رہی تھی۔ اس کا جہاز تو اس کو خطرہ کی سرحدوں سے بہت دور لے جا چکا تھا۔ اس کا دودج تو اس کی خصائص کے محفوظ ترین نقطے میں محفوظ تھا۔ اس کے چاروں طرف تو اس کا ماہول اس پر تقدیت و ساتھ کے پھول بر سارا تھا۔ فتح کے جھنڈے اس کو سلطانی دے رہے تھے۔ سیاست و حکومت کے اربع اس کا گفت الہ اپ رہے تھے۔ تہذیب کے حکلے اس کا گن گاربے تھے۔ قانون اسکی پیشہ پناہی کر رہا تھا۔ لیکن سکون و صبرت، کامیابی اور فتوحات کا سارا جشن اس پر ضمیر کے لبیں پر سکراہٹ پیدا شکر رکا۔ اس کے احسان گناہ نے اس کو کوئی دستیں میں پہنچا دیا تھا۔ جہاں وہ نہ امریکی قوم پرست تھا جو خدا نے وطن کے قدموں پر اجنبی انسانیت کا خون بھینٹ چڑھا کر ایک مقدوس خرز کے احساس سے سراو پیا کر گتا۔ وہ فلک پیاس تھا جس کے نزدیک زمین بیچی ہی اس نے تھی کہ اس کی عمارتوں کو اسفل الساقیین میں دھیمل کر اساتھ پرداز کی بلندیاں ناپی جائیں۔ وہ دوست جو اس نے سالہاں سال تک ہوا تھا جہازوں کی گھنگی کے پسلے محل کی بھی اس کے ایک ایک سلے سے اس کو بے گناہ روخوں کی سیکیاں منانی دے رہی تھیں۔ پیور حاذہ بیماریوں کی نیت میں خلیط شہرت اس کو ملی تھی وہ آج اس کے نزدیک ہنسانیت اور ضمیر کی نفرت آمیزہ حستکار معلوم ہوتی تھی۔ اس کے زمیر کارناموں کے نہرے پر ٹھیک جنم کے مترخ شعلوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ نزدیک بھسر کی تھیں آمیزہ سر کاری و مستادریات سے اس کا ایک ٹھنپیں مکمل ڈیپھ لاحظہ انسانی لاشوں کی دماغ سوزیدا آرہی تھی۔ تو می جان شاری، ملکی و فاکٹری اور اداری الفرادی بلند حوصلوں کے سارے الفاظ آج اس کے خلاف۔ اور خون۔ لکھا ہوا ایک خلیط عدالتی فیصلہ تھے جس میں اس کی روح کو ایک کجھی رسمتے والے جان گدرازدہ کی سر اسٹادی گئی تھی۔ اور۔ آج وہ اس "سنزا" کوپن سینے سے چھٹائے ہوئے تھا

چھوٹ کر پاہل میں اڑھکتے ہمارے تھے۔ جہاں شوہر اپنی خوبصورت و فاکسیش بیویوں کو گرتی ہوئی دیواروں میں پینو خاک ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ جہاں حسن جنت کے چالنے لکھنے شہستاونوں بر جمیں آ رہا تھا۔ جہاں غسل کی نہادا قی مہوئی خلوں کی جگہ حکیموں کے سینے سے آگ کی بھیڑیاں اُب اُب کر آ رہی تھیں۔ جہاں جلتے ہوئے پرندوں کی نازکت چیزوں اور ہلاک ہوتے ہوئے درندوں کی دردناک چنگھاڑوں سے فضنا کا دل خن ہو رہا تھا۔ جہاں زندگی لٹک رہی تھی۔ آبادیاں تزو بالا بروہی تھیں بستیوں میں دھماکے ہو رہے تھے۔ جگلوں میں آگ الگ رہی تھی۔ جہاں انسانیت کا خون ہو رہا تھا۔ جہاں "انسان" انسان کے ہاتھوں تباہ ہو رہا تھا!۔

کلاؤ ایکٹری نے یہ سب تجھے حسوس کیا اور اس کے سینے میں درد، خوف اور کرب کا جواہر لکھی ساچھت پڑا دوسری عالمی لڑائی کے تباہ کار "جاگو" کے اندر پرسوں سے "سویا ہوا انسان" ترکیب کر بیدار ہو گیا۔ جس کے پاس نہ دماغ تھا نہ دل بلکہ صرف "صہیر"۔ گھائل نہیں بیل صہیر جس نے ایک دل دوز تجھ کے ساتھ اس بدترین جھوم کو جرم و گناہ کی طبیعت کھڑک سے نکال کر ایک "معصوم و مقتول" فرشتہ کے مقام پر لایا ہے یا تھا۔ اس کی رو ج پر احساس تباہ کی گرفت سخت ہوئی لگی اور اس کی دھڑکنوں پر خیس کی ٹیکیں سے نشیخ کی جان گداز کیضت طاری ہوئے لی۔ سی احساس اس کی رو ج کو ڈس لیتے کرتے کافی تھا کہ وہ قاتل ہے۔

— قاتل! اڑھلاکہ بے گناہ انسانوں کا قاتل!!

پھر کوشیا اور ناگا ساکی تباہ ہو گئے تو اسی حرمت کی کوئی بات نہیں۔ دُڑا ٹھیج بیوں کے نلک شکاف دھماکے ان کی ہر ایک بربادی کی تھی شریع کرنے کے لئے موجود تھے۔ دہان کی ہر شے اپنے قاتل کو بیجا نئی تھی اور تباہ ہونے والا اپنے تباہ کار کا مکمل تعارف رکھتا تھا۔

مگر یہ کلاؤ ایکٹری کو کیا ہے اکہ وہ ان اٹھی دھماکوں کی تباہی سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر ٹھیک اسی تباہی کی

تھا۔ لگنا ہم تو نے برسوں اس کی شخصیت کو تذکرہ لایا۔ جن خانوں میں بذریعہ تھا، لیکن صرف ایک حسام لگناہ تھا ان سب زندانوں کو سمار کر کے اس کے وجود کو بیس کروڑ مرتعیں۔ کے ارضی سیارے پر بھیادی تھا۔ مگر دنیا نے لعنت اور نفرت کے دلکشی ہوتے الفاظ

میں اعلان کیا ”دیوانہ ہے دیوانہ ای سرود ای“ طلاقت دا تار اور سیاست دملکت کے دیوتاؤں نے اس کا دامن پکڑتے ہوئے ایک عظیم ارشان پن ادار کے ساتھ اس کو خطاب کیا۔ ہاں ہاں ای تیرا ی خیال ٹھیک ہے کہ قتل عام ایک دحشت و بربرت ہے۔ اور شہروں کو نذر آتش کرنا ایک پرناک متفاہی۔ مگر... تو بھول رہا ہے کہ یہ ”جرائم“ جب اپنے وطن اور اپنی قوم کے مقابلہ کر جاتے ہیں تو ان سے پڑا تواب کوئی نہیں ہوتا!۔ تو نواس طرح دحشت و سزا کی میں دیا جا رہا ہے جسے نبی یارک اور دشمن ہوا ہو گئے ہوں! جسے ڈیڑھ لالک عظیم امریکی عوام کا خون چوگیا ہوا۔ اسے اپنے پر شہادت نہ کر ساکی احادیث سے ہیں تاکہ نبی یارک اور دشمن تھے کے پرحہرا میں!۔ یہ تو یہ جایا ہیں کی آبادی ہاکر ہوئی ہے تاکہ ان کا زرد خون بھینٹ جو صادر عظیم امریکی عوام کو شکست کے ایک سمجھی رہئے دلے گا اور سے جایا جائے...“

لیکن کلاوڈ ایمپری میں نہ نفرت سے منع بھی ریا اور پھر اپنی راہ پر تیزی سے ٹھڑھا گا۔ اس کی گھنیں اب یہ بذلت کسی طرح نہ آتی تھی کہ کون ٹھے اگر کوئا ہے تو وہ ہر جگہ کہہ رکھوں ہیں؟ نبی یارک اور دشمن پر جو ایسی بُرگرانی تھی بُرگرانی پر سادھے سے مقدس کارنامہ کیونکر ہو جائے گا؟ ڈیڑھ لالک انسانوں کا قتل عام ایک مشیاذ جرم ہے مگر اس وقت جب وہ مقول ”عظیم امریکی“ ہوں تو اسے زرد جایا ہیں۔ بھر کا ہاں کے دو مختلف کناروں پر ایک ہی عمل لگناہ بھی ہے اور تواب بھی۔ ایسی میں جو تباہ کاری فاتح خبر ہے وہ امریکی میں آتے ہی ظالمانہ شرکوں کو ہو جائے گی!

جیسے ہی اس کی ساری مساجع جیات ہے اور اس سزا کو یوں پہنچنے سے کتنے ہوئے ہے وہ اپنے خون حکماں گھائی صنیع کے نقش قدم پر افتاد خیزان آنکھیں سنکھے ہوتے چلا جا رہا تھا۔ چلا جا رہا تھا! — کون جانے کیوں؟ — نہ جانے کہاں!

سفید فامِ نسل نے اس کو بکارا۔ ”کہاں چھل دیوانے؟“ — کھال کی سفیدی کے سوا انسانیت کا حق جمال اور ہے کیا؟ آدھر ہستے سوچ کی زمین کے نگر دڑو انسانی کتوں کے غم میں اس کو اس بے دودی۔ سے سیاہ نزکت مگر وہ نہ کاملا چلتا ہی رہا۔ شاید اس لئے کہ آج وہ کسی مخصوص نسل کا نام نہ ہے نہ رہا تھا۔ وہ تو بعض انسان تھا جو انسانیت کی کوکھ سے پیدا ہوا تھا۔ سفید فامِ نسل کے سینے میں اگر دل سیاہ ہو جائے تو اس کے نزدیک وہ سیاہ فام اگر روش صنیع انسان کے قیادہ پوری طور پر ایسا تھا۔

دنانے کہا۔ ”یہ شخص پاگل تو نہیں ہو رہا ہے کہیں۔“ دھلن نے اس کو صد ادی۔ — قویت سے اسکو اس کو بوری آمراۃ شان سے لالکارا ”لے عظیم امریکی!“ مشرق کے جن کھنڈوں کی طرف تو اس دامہ جنیں میں پڑھا جا رہا ہے وہ تو تیری قبرتک کو زیر نہیں دستے۔ پسر لبلک امریکی عمارتیں، یہ نہ زیریب دار اتفاق کے مشینی محل دیکھ کر یہ رہے شاید ایمان شان ہیں۔ ان کو نفرت سے پچھے چھوڑ کر آخ رکھاں چلا جا رہا ہے تو!

مگر وہ نہ بھیرا۔ شاید اس لئے کہ اب اسکی ذکوئی قویت تھی نہ دھلن! — اب وہ صرف ”انس“ تھا۔ تھبھی انسانیت کے ہر معیار سے الگ انسانی مخلوق۔ صرف انسانیت کے جرم میں راندہ درگاہ انسان! — آزاد وطن اور عظیم قوم کے غرے اس کے نزدیک اب انسانیت کا دھمکھوڑے داسے آہنی بھرے تھے۔ وہ شخص انسان تھا۔ صرف ایک انسان! — انسانیت ہی اس کی قوم تھی۔ ساری دنیا اس کا دھن

النقد و احتساب بقیہ از مقتدی

اور کراچیا جا رہا ہے۔ خدا کی فرم حم تو ان آرزوؤں کے تصور تک
سے سفرت کریں گے جن پر خاتم مدنیت کی ظلمانہ حضرت
دری کا حرم ثابت ہو جائے۔ ہم ان پاچوں کے نام نکلے
بیزار ہو جائیں گے جھوپ نے مقصدم بچوں کو تہبہ تینج کیا ہو۔
ہم ہی نہیں، عیاسی صاحب بھی اور کوئی بھی مسلمان ایسا
بد بالین اور زیادہ تلب نہیں ہو سکتا کہ مدینۃ الرسول میں
غسلہ کر دی چکیا نے والے بدجھوں نے شہر بر بھی ہدای
رکھے، لیکن گفتگو تو ساری اسی میں ہے کہ شائع ذات کیا تباہ
تھی بھی ہیں یا نہیں؟ ایک روایت کے مطابق ہو اکٹھی چھٹے
سے چکاری اڑ لے جاتے اور غلاف کعبہ الی چکاری۔ دوسری
روایت کے مطابق حضرت ابن زبیری کے کسی ساختی کی
سے اختیاطی سے غلاف کبہ جل اُٹھ کر حرم پہلے
کے لشکری قرار دئے جائیں۔ یہ ہے رادیاں خوش بیان کا
کمال فن۔ باقیانہ تیر کریوں کا مرکز تخلفین مدینہ وکعبہ کو
بنائیں اور کسی پر امن فتحم و تذکیر کو قول نہ کریں، لیکن یزید
چھک مار کے پیش ایکش کا مقدمہ اُم کبے تو دعی کا مستحب
دہی ہی رہے۔ پھر رزہ سر اتفاقہ کو ضمیم وقت سے دو ہزار
حترم خواتین مدینہ کو حاملہ بنائیں اور حیل کی تلوار سے پون
کو زخم کریں تو گروں ناپی جائے پر یہ کی اور بدنام ہوں
وہ معادیہ جھوپ نے یزید کو غلاف صونی تھی۔ یہ تکنک
دھپر ہڑو رہے گر اس لائق نہیں کہ اس پر ایمان ہی
لے آیا جائے۔

المُبَرِّد: دنیا کی بہت مشہور اور مکمل ترین عربی
تشریخ بھی عربی ہی بہت تھی۔ اس تشریخ کو الحمد للہ اردو جامی
پہنادیا گیا ہے۔

حمدہ کافذ، معیاری کتابت و طباعت، بہت ضمیم
قیمت جملہ ستائیں، روپے
مکتبہ تخلیٰ دیوبند

”نہیں اے نہیں اے ہرگز نہیں“ اس کا ضمیر وحی اپنا۔
”جمیوں کو ان نسل دو طی کے پاگل خانوں ہیں بند کیا جا سکتا
ہے مگر درج اور ضمیر اڑ دیں۔ گناہ ان پنجوں نہیں اسی
رہ سکتے ہیں۔ مگر اخلاق اور انسانیت کے اصول زمان و مکان
اور آب و ہو کے اختلاف سے رنگ نہیں بدی سکتے۔ دیڑھ
لکھ کی مخصوص و بے گناہ انسانوں کا خون ایک تقابل معاافی
گناہ ہے خواہ دہ انسان مشرق ہوں یا مغربی۔ امریکی ہوں
یا جاپانی ا۔ دو شہروں کی بوت ایک طریقہ ہے خواہ دی
نیو یارک اور واشنگٹن ہوں یا پیریشہ اور ناگاہ ماسکی۔
لیکن تذکر و تحدن کے ٹھیک را روں نے بنا کر تھیں
خوبی دیا گہ۔ یہ بات کہنے والا سوئی صدی پاگل ہے۔ جسکی
جگہ انسانی سوسائٹی نہیں پاگل خانے ہے۔“

جو ہری تو انایوں کی وحشیانہ درد کا بنا پستی غم ہختے
وہی اور انسانیت کے دلک درد پر مگرچہ کے آنسو پہ کاغذ مولے
پیاستاں اس شرف و اعزاز کے بجا طور پر حقیقی میں کر وہ
اجنبی اتوہم مخدہ کی بھولیوں کی وجہ بر استراحت قریباً اور
ان کے خون آشام ہونٹوں سے نکلے ہوئے نہ ہر لیے افلاط
بروز میں کے آخری کناروں تک گوش برآواز ہو رہا جائے
مگر اسی تباہی پر خون جگر پہنچے والا اور انسانی بربریت کے
غم میں اپنے دل و دماغ کو شتن کر لینے والا کلام ایضاً تھری لی پاگل
خانوں کے دیواروں سے سر پٹکے کر لئے اور اس کے
دندھرے الفاظ کا حقیقی ایمانی سوز مغض اس لئے ہے کہ
اس کو ایک دیوانے کی طریقہ کر زیارہ سے زیادہ ایک
حقارت آمیز تھری لگا دیا جائے۔ ۱۲

حضرت خدیجۃ الکبیریؑ حضرت فاطمہ زبیرؓ کی والدہ حسن
عمریزہ حضرت خدیجۃ مسی اللہ عنہا کے ایمان افراد حلالت ہو بہت
عافم اور اسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔ بچے اور عورتیں بھی
نانہ اٹھا سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

مکتبہ تخلیٰ دیوبند

کے تعطیٰ ہو کر دو اور دو چار بھی ہو سکتے ہیں تین یا چار
ہیں ہو سکتے ہیں لیکن ان دو کا دو ہونا یہ ہماری نظر
اور اندازت تحقیقی ہی کا حکم ہے ملکا چکنے ہی بارہ کے
باریک پیاؤں سے تو لا اور پڑھا بارے پیدا احتمال ختم گزنا
ہماری قدرت میں نہیں کہم نے جس کو دو سمجھا ہے وہ
تو سے سی قدر کم یا زیادہ ہو۔ خواہ یہ کمی زیادتی ایک بال
کے ہزاروں حصہ کی برابر ہو۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کے فرش پر کسی زاویہ
میں ایک بال کے ہزاروں حصہ کی کمی یا زیادتی اگرچہ
بالکل غیر محسوس کی زیادتی ہے مگر اور کمی فضماً اور سیاروں
تک جب اس زاویہ کے خطوط ملائے جائیں گے تو میلیوں
کا فرق پہنچا سے گا۔

یہ صحیح ہے کہ کمروں کی طرح ترقی یا افتادہ آلات جھوٹ
ہیں بولتے مگر ان آلات کو واقعات پر مطبوع کرنا تو جہاں
انسانی نظر اور انسانی عمل ہے اس میں غیر محسوس فرق ہو جائے
کسی وقت بھی متعدد نہیں بلکہ دائم ہے جس کا مشاہدہ ہمیشہ
ایں فن کے باریکی اختلافات سے ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں
جنی قديم وجود یہ تقویں اور جنریاں اور گلینڈر و جو دنیا کے
ہیں ان میں سے صرف ان کو لیا جائے جو علم باہر نہ فرمئے
تیار کئے ہیں تو ان میں بھی یا ہمی اختلاف نظر رہتا ہے۔

اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی و ریاضی
ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف را کہ کوئی احتمال
نہ رہتا۔ سامن کی تئی ترقیات اور فن ریاضی و فلکیات
کی جدید تحقیقات کا آج کل دنیا میں بڑا ہنگامہ ہے اور
اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی تئی تحقیقات نے پرانے قلسے
اور ریاضی کے اصول کی دھمکیں بھروسی اور اس کے
خلاف شاہدہ کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہ
جا سکتا کہ آج ایک حقیقت ماہر نے جو کچھ کہدا وادہ حرف آخر
ہے اس کی تعلیط آئندہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ آئندہ کو
چھوڑ کر اسی موجودہ دور میں اسی درج کے دوسرے
ماہرین اس سے مختلف رائیں رکھتے ہیں۔

اس میں بھروسی اور جنریوں پر اعتماد اس لئے روا رکھا گیا کہ
اُس میں ذرا بھی شے پہ توہر شخص ہر جا بغیر کسی اعداد کسی آرکے
کسی تھہ دین یا نکدی کرنے برقرار رہے اور سارے علماء
سے دیکھا کر۔ آج بھی لاطوں دیبات اور جنگلات تے
یہینہ دلے اشان اُسی قدیم طرز پر اوقات معلوم کر کے
تازہ روزہ ادا کرتے ہیں۔ اس لئے اس معاملہ میں گھریلوں
ذکریہ کے استعمال نے بعد بھی اوقات معلوم کرنے کا اصول
دہی مفہوم ہے کہ حامم آنکھوں سے طبوث و غروب دیکھنے پر
حدار کا ہے۔

بخلاف چاند کے معاملہ کے کہ اس میں اگر عام رویت
کو تھبڑا کر دوڑ بیٹوں یا آلات رصدیہ کے اعتماد پر یہ کام کیا
گیا تو مدار کارچاند کے فوق الائق وجود پر ہو گیا اور ویسے
نہ رہا اور اس وجود کے معلوم کرنے کے لئے نہ عالم مسلمانوں
پاس اس کی تصدیق یا نکدی بکار ہے اور نہ تھوڑا
ہر جگہ اس دریافت پر قادر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کلکٹریوں
اور جنریوں نے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے احتمال
میں ہمولة پیدا کی اس لئے خوب کر لایا اور آلات رصدیہ
سے یاد ریاضیہ اصول رویت میں کوئی ہمولة پیدا کرنے
کے بجائے سرسے اصول رویت ہی کو ترک کر کے چاند کے
وجود فوق الائق کو اصول ہنا چلتے ہیں جو اصول شرعاً کے
ظہارت ہے۔

ریاضی کے حساباً اور آلات سے صحت | یہاں تک کہ کلام
کے متراجع بھی لفظی نہیں، اس پر تھاکر ریاضی
اور آلات رصدیہ سے مصل شدہ معلومات کو بالکل قیمتی سمجھا
جائے جب بھی احکام شرعاً میں ان کی مداخلت بجائے ہفید
ہوتے کہ صدر اور مسلمانوں کے لئے سخت مشکلات پیدا
کرنے والی ہے۔

اس کے بعد نوادن شیعی معلومات کی حقیقت پر
نظر کی جائے تو معلوم ہو گا کہ اگرچہ حساب بحیثیت حساب

صداقت ہے ان حکام نے کہا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی رصداہ نے اپنے سلسلہ میں پہلے ہی ایک واضح موقف اختیار کیا تھا کہ جمیع کی شام کو عالمی حالات میں درد میں کی داد کے بغیر چاند نظر آئنا کا امکان نہیں۔ اس بات کیوضاحت کرتے ہوئے ان حکام نے کہا کہ چاند کھانی دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی داد ایک دن یا اس سے زیادہ ہو جبکہ حکمر موسیات چوہدہت بتائی وہ اعتمادی سات یا آشہدن تھی۔ مزید پران کراچی میں چاند نظر آئے کا جو وقہ بتایا گیا ہے وہ اظہارہ منصب ہے۔ اس وقہ میں چاند کا ارتفاع ۳۲۵ ذگری تھا۔ ان حکام نے کہا کہ اس ارتفاع پر تو معمولی حالات میں پورا چاند بھی ظریفیں آسکتا جب کہ اس وقت بالا کی روشنی چاند کی روشنی کا ہزار لاہ خستہ تھی۔ (جنگ ۴۱ ماہ جنور ۱۹۷۱ء)

حکمر موسیات کراچی اور صدگاہ پنجاب کے ان مختلف سماں میں یہ ظاہر ہے کہ ایک صحیح اور دسر غلط ہے۔ میں نے الگ چھ اس فن کو قدم اصول کے منت پڑھا اور پڑھایا ہے۔ مگر اس فن میں میرا استغفار نہیں رہا اور میں اس کا مہر نہیں۔ اس نے اس کا فیصلہ تو ماہرین ہی کے پرداز ہے کہ ان میں کو سماج اور اور کوئی غلط ہے، لیکن اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہو گئی کہ ان تو اعدوآلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو نقطی اور یقینی کہنا جصن خوشگمانی ہے۔ صحیح ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔

جو تھی صدی پہلی کا مشہور اسلامی فلاسفہ اور ماہر خیم دفلکیات اور بیان پھر و نی جو ثہاب الدین خوری کے زمانہ میں ایک دادت دراز تک ہندوستان میں بھی رہا ہے۔ اور ان فتوح کا بے نظر اکامہ ناجائز ہے۔ اس تھی روشنی اور تحقیقات کے دو میں بھی اس کی امامت مردی کے نزدیک مسلم ہے۔ روہی ماہرین نے ان کی تحقیقات کے رأی وغیرہ کے سائل میں بڑا کام لیا ہے۔

ان کی مشہور کتاب الاتمار المأقیہ عن القوون الخالصیہ ایک جزو من مذکور اسی ایڈ ورڈ سخاوت کے حافظہ کے ساتھ لیپرک میں پچھپ کر شائع ہوئی ہے۔ اس میں آلات رصدیہ کان

اسی عید کے ہنگامہ میں جو کراچی اور پاکستان میں پیش آیا ہماری اس بات کی تصدیق اسی فن کے ماہرین کی طرف سے ہو گئی۔

کراچی میں تحریک موسیات ایک بہتر پہلے سے یہ اعلان کر رہا تھا کہ ۲۹ ربیعہ جمعہ کے روز شام کو غروب قتاب کے بعد چاند نظر میں اکیل منصب اوقت کے اوپر رہیا اور دیکھا جائے کہ چاند نظر کراچی کے اخبارات میں شائع ہوا درسری طرف پنجاب یونیورسٹی کے رصدگاہ کے ذمہ دار افسروں اور اہم فن بھٹی صاحب کا مندر جسہ ذیں اعلان ۲۹ ربیعہ شام کو کراچی کے اخبار ایونٹسٹ اسٹار میں شائع ہوا جس کا متن یہ ہے:-

گذشتہ شام کو مسٹر بھٹی نے پرنسیپ کو بیان دیتے ہوئے کہ میشین گوئی دینی مکمل موسیات کراچی کی پیشہ گوئی غلط ہے اور مزید کہ جسے کوہاں عید نظر آئے کے غالباً بہت کم امکانات ہیں مسٹر بھٹی نے اپنے دعویٰ کی تائیں میں رو دلیل نہیں کیں۔ اول یہ کہ ہلکا سائز اور ایک روشنی اس قدر کم ہوئی کہ معمولی نگاہیں دیکھنے سکیں گی۔

یونیورسٹی پنجاب کے ماہرین خیم نے درسری بات یہ بتلائی کہ غروب آفتاب کے نصف ہفتھے کے اندر ہی ہلکا غروب ہو جائے گا اور آسان پر اس قدر تاریکی نہیں چھا سلکی جسیں تھیں اور باریک چاند نظر آسکے۔

مسٹر بھٹی نے بھی کہا کہ حکمر موسیات کی روایت ہلال کی پیشین گوئی سے بڑی گلے گلے ہونے کا اندازہ ہے اور عبد الفطر کے اتفاقات کرنے والوں کے لئے بڑی دشواری کا باعث ہو گا۔

دالونٹ اسٹار جمعہ ۲۹ ربیعہ شام (۱۹۷۱ء) پھر ایک ماہی کوئی نی لے کے نمائندہ کو انٹر ویو دیتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ رصدگاہ کے حکام نے کہا کہ عید کے چاند کے مسئلہ پر جو خلشار پیدا ہوا ہے اس سلسلہ میں تحریک موسیات اور درسری افراد کے بیانات میں منتقل لوگ سلس طور پر پوچھ رہے ہیں کہ ان بیانات میں کہا شک

ملک میں عید کی وحدت مسئلہ | روایت ہال

بہت سے لوگوں کی توجہ صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے اپنے نزدیک یا یہ طے کر رکھا ہے کہ پورے ملک میں عید کا ایک ہی دن ہونا ضروری ہے اسی کی وحدت کے لئے دہ جا ہے ہیں کہ تو اور دیا ہنی اور حکم موسمیات سے مدد سے کر جاندروں پہلے سے تعین کرنی جائے اور پورا ملک اُس کے تابع ایک ہی دن ہونا یا کرے۔ لیکن یہ بات جسمی ایکھنے اور سننے میں خشگراز معلوم ہوتی ہے اور حقیقت پر خور کیا جائے تو اُس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ وحدت عید کا مستعار اُس میں اس بنا پرست ہے ایسا ہوتا ہے کہ عین کو ایک ہوا ریاضی تقریب قرار دیا جائے گیریں اسی تحریر کے شروع میں واضح کہ حکما ہمیں کہ حکمی عید ہیں اور روزہ ان وحجم کوئی ہوا رہیں، بلکہ سب کی سب عادات ہیں جن کے اوقات ہر ملک ہر خطہ میں ہاں کے اخن کے اعتبار سے مختلف ہوں لازمی ہے۔ ہم کو ابھی میں جس وقت عصر کی ناز پڑھتے ہوتے ہیں بعض موسموں میں اس وقت شرمنی پاکستان میں عثار کا وقت ہوتا ہے اور مغرب تو ہمیشہ ہی ہوتی ہے۔ اسی طرح جسموت شرمنی پاکستان میں عید ہوتی ہے کہ اجی میں اس وقت را ہو سکتی ہے۔ اگر ایک ہی تاریخ کسی طرح منتعین بھی کر لیں جب بھی یکساں ہوتی پیدا ہونا ممکن نہیں۔ خصوصاً جب اس پر نظر کی جائے کہ اسلامی تکمیل و جسمانیہ زمانہ میں شرق سے مغرب تک رہ چکی ہے۔ اگر اسچ بھی اللہ تعالیٰ وہ سوت پھر عطا فرمادیں تو لازمی طور پر ایک دن کافر پڑھائے گا غرض ہمارا رضوان اور عید کوئی ہوا ریاضی تقریب نہیں جسکی یکساں ہوتی کی نکر کی جائے اور اگر بالفرض ان کو کوئی تقریب بھی کہا جائے تو وہ صرف ممکن تقریب نہیں بلکہ مسلمانوں کی ایک عالمی تقریب ہے۔ جس میں وطنی، جزا فیانی اور سماںی فاصلے حاصل نہیں۔ اگر عید کا ایک ہی دن منا کوئی امر مستحسن ہے تو پھر سارے عالم کے مسلمانوں کو ایک ہی دن

نائج کے حقوقی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماع اور اتفاقی نظر پر بتلایا ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

علماء ریاضی وہیت اس بیان
ان علماء الحبیۃ بمحض
علی ان مقادیر المقدار وضمة
فی ادا فی اعمال رادیۃ
الحلول ہی البعد لم يقتض
علیها الادا للتجربۃ در المذا
حوال هند سیہ تنقاوٹ
لوجھہ المحسوس بالصور
فی العظمه والصغر وفي
الدحال الفلكية ما اذا
تأملها متأمل منصف
لم يستطع بت الحكم علی
دحجب رؤیۃ الحلال
او امتناعها۔
(آثار راہیہ ص ۱۹)

کوئی قلعہ لقیت پیش کوئی نہیں
طبع ۱۹۲۷ علیزش کو سکتا۔

اور "کشف الطعنون" میں بھوی الرزیح شمس الدین۔ محمد بن علی خواجہ کا چالیس سالہ تجربہ بھی لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی تصحیح اور نقصی مبتلا کوئی نہیں کیا سکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ (کشف الطعنون ص ۹۶۹ جلد ۲)

اور حبیب شاہت ہو گیا کہ رصد کا ہون اور آلات رصدیہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی روایت ہال کے مسئلہ میں کوئی تلقینی فیصلہ نہیں کہا سکتیں بلکہ وہ یہی تجربہ ای اور تجربی معاملہ ہے تو اُس اصول کے علیماً ای اصول ہونے کی اور بھی نا اید ہو گئی جو رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اختیار فرمایا کہ ان کا دشمن اور باریکوں میں امرت کو انجھائے بغیر بالکل سادگی کے ساتھ روایت ہونے یا نہ ہونے پر احکام نشر عیہ کا درار رکھدا۔ جس پر ہر شخص ہر جاہے ہر حال میں آسانی سے عمل کر سکے۔

اس کا علم پر گیا تھا کہ ملک شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا ہے۔ مگر صرف ایک گواہ کی شہادت موجود تھی، لیکن الگ عید و رضاہ کی وحدت اور یکسانیت کوئی شرعاً پسندیدہ چیز موتی۔ یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ ملک شام سے دوسری شہادت طلب کر کے وحدت قائم کر لی جاتی۔ مگر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے حضرت کریمؓ کے اصرار کے باوجود اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ (صحیح مسلم ۱۸)

اسلام کی سلطنت و حکومت دنیا کے کسی خطہ پر لام جن نہیں ہوتا۔ ایک ہزار سال تو اسلام نے تقریباً پوری دنیا پر حکومت کی ہے۔ مگر یہ عید کی وحدت و یکسانیت کا سوال کبھی بھی حکومت یا حالت کے ذریعے نہیں تھا۔ اپنی روایت کے طبق یہ حکم عیسیٰ مسلمی جاتی تھی، تو کوئی اختلاف نہ چلگا۔ اور دوسری جملہ کی شہادتیں حاصل کرنے کے لئے دو طریقے ہاتھ پر ہاتھ پا۔ صاحب امام حنفی ہر طریقے میں جمیں کو حضن ایک خیالی اور موہوم وحدت کے خیال سے چھوڑ کر طرح طرح کے نمونوں تھیں اور دو اور یوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ ایک ملک میں ایک ہی دن عید پیغام و منانے میں کوئا اب زیادہ نہ ہو مگر ملک کے باشندوں کی سہوتوں پیش کی طریقے، فرمادی: اعظم سبب ہے ایک دن ہو۔ ایک شہر کا باشندوں کو کسی دوسرے شہر میں بدلانا مجاز نہ ہے اور اگر اپنے طبلہ و عیال میں جائز عید منانے کے تو اُس کو دشواری نہیں دلتے تو یہ سچ ہے مگر اس کا ایک بہت آسان علم انہیں ہے وہ یہ کہ عید الاضحیٰ کے چاند کا سماں تو یہ دے سو: دن پہلے سامنے آچکھا ہوتا ہے اور سب مقامات کے چاند کی اطلاعات اور الگ ضرورت ہو شہادت ہجی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لئے دس دن کی مدت ہوتی ہے اس دین پہلے میں اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح حرم کے عاشروا را کام عاملہ ہے کہ دھاند بھٹنے سے دس روز بعد ہوتا ہے اور رمضان کی عوام سارے کاری جعلقوں اور کار و باری شرکوں میں تعطیل ہی نہیں ہوتی کہ اس کا سوال پیدا ہو صرف ایک شوّق عید الفطر کا ہے جس میں یہ جھگڑا سلات آتا ہے۔ اس کا سدھا صاف علاج یہ ہے کہ تعطیل دو دن کی کردی جائے۔ ایک دو دن جو تمیں رمضان یا یکم

جید منانی چاہیے۔

مگر ہر ایک لکھاڑی حما آدمی جانتا ہے کہ مشریع و غرب کے فاصلوں میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ پہلے زمانہ میں تو بیس طلقوں کا حال دوسروں سے مختلف رہتا تھا اس لئے تیر نہیں چلتا تھا۔ اب تو تیر فرار ہوا جیسا کہ جہازوں نے ساری دنیا کو ایک طشت کی طرح تھیلی پر رکھ دیا ہے جس کو دیکھ کر ایک ہی وقت میں امار، یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس وقت ایک میں جمعہ ہو رہا ہے دسرے میں ابھی جمعہ راست ہے اور تیسرے میں ہفتہ کا دن مژد عجیب ہو چکا ہے ان حالات میں کسی موقت عبادت ہو، پوری دنیا کی یکسانیت کا لامبور یعنی یکسیکا جا سکتا اور اگر کوئی ایک حکومت وضع ہو تو اس کے دو مختلف حصوں میں بھی یہ یکسانیت اور وحدت ناممکن ہے اس معاشر میں عقل و انصاف کی بات یہ ہے کہ عید کی وحدت و یکسانیت میں فلک کرنے سے پہلے اس پر خور کیا جائے کہ یہ وحدت کیوں مقصود ہے۔ اگر کہا جاتا ہے کہ اس میں پھر زیادہ فضیلت اور اوابہ ہے تو یہی کی راستے کی چیز نہیں۔ جب تک انتہی تعالیٰ پارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر نہیں بلکہ قرآن و سنت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ تعلیم عہد نبوی اور خلافت راشدہ اور مابعد کے تمام مسلمانوں کا ہمیشہ اس سے مختلف رہا ہے۔ کچھ مکا بھی اہتمام نہیں کیا گی اور مدینہ میں ایک ہی دن عید ہے اور ایسے واقعات تو بہت سیں کر ملک شام میں کسی دن مصائب سے ملک شام کا فاصلہ کھوڑا ہے۔ حالانکہ مدینہ طیبہ میں اہتمام اور ملک شام میں اخلاف کا واقعہ ایک تو صحیح مسلم میں برداشت کریت ہے میں صحیح نہ کر رہے کہ ملک شام میں جمعہ کی شام کو چاند دیکھا گیا اور مدینہ طیبہ میں اس روز چاند نظر نہیں آیا۔ ایک شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام اہل شام نے پھٹکے کے روز روزہ رکھا اور امیر مدینہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اتوار سے رمضان کا شروع کیا اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو اگر پر رمضان قم ہونے سے پہلے یہی حضرت کریمؓ کی شہادت سے

طااقت کمیٹی مقوی عقلي

مقدومی عقلي نہ صرف دماغ اور اعصاب کی تقویت کے لئے مجبوب ہے۔ بلکہ مام جسمانی مکروہی کو رفع کرنے اور جزوں کے درد کا زوال کرنے کے لئے ایک معیاری مانگ شایستہ ہوا ہے۔ چند ہی خوراکیں اپنا نہایاں اثر دھلاتی ہیں۔ دش توڑ کی قدرت سائیت روپ پر۔
خصوصاً لڑاک دوڑوپی
ایک خوراک ۴ ماشہ ہے۔

رومی دو اخانہت (دو یونیورسیٹ)

شوال ہونے کا احتمال برکھتا ہے اور ایک اس کے بعد کادن۔ اور ایک اسلامی حملکت کے لئے شایان شان بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کی سر سے بڑی خوشی و سترت کی عزیزی عین الفضل ہوتی ہے۔ اس کی تعطیل دودن ہو جاتے۔ اگر تعطیل زیادہ کرنے سے محدودی کاموں کے حرج کا شہر کیا جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملک کی تعطیلات پر غور کر کے کوئی ایک دن جو زیادہ ۱۰ ہیں تو اس کی تعطیل ختم کر دی جائے۔

اور بغیر کسی خاص ضرورت کے عین میں وحدت اور یکساخت کرنا ہی طہیر الیا جاتے تو اس کے لئے بھی پاکستان، کے موجودہ تبلیغ میں صورت بن سکتی ہے مگر اسیں بشریتی حیثیت سے جن اصول کی حفاظت ضروری ہے اس کے لئے ٹھہرے اہم اور تنظیم کی ضرورت ہو گئی جس پر قابو یا نا کار رواب نہیں اور بلا وجہ ملک کو اس اہمیت میں بتکرا کرنا کوئی ہوں۔ لالہ الموقف والمعین۔

روح افزا قدرتی اجزائی رُوح سے تیار کیا ہو اس مشروب

قدرت کی طرز سے انسان کو طالیک کرنے ایسی بجلو سے کشید کرو۔ ایک مرکب کا اس رُوح افزا ہے۔
ال قدرتی اجزاء میں سے ہر ایک جزو، جیسے کافی، رعدیا، خرد، تربوز،
سنترے کا اس اصل اگر وغیرہ جسم اندیش کو تازگی دینے کے لیے مشہور ہیں۔

ہر روز

روح افزا استعمال کجھے

جو خاص طور پر ترمیم گواریں اپنے کے نظام جسم کو تازگی اور سُنگل بخشتا ہے۔

ہمدرد دہلی، کانپور، پٹری

بلکہ اس کے برعکس مجرمانہ طریقہ اختیار کرتے۔ اپنے مجموعات کو ہتھ رہابت کرنے کی بجائے اس نئی دسمرزوں کے مذہب اور تاریخ یا سخنگوں کے پیش کرنے کی شرارت کی۔ افتخار اور کذب پرستی خلطے دیتے، جہل اور بد دینی پر مبنی خریریں لکھیں۔ ٹرولیوں کے اسلامی حقوق پر چھاپے ادا۔ ہم دنیوں کی زندگی حرام کی۔ افواہیں ہٹھڑیں۔ فضاد پھیلاتے۔ تقصبات کی توہین داغیں۔ مروغون کے ترکش خالی کئے۔ جمپوریت کا نام لے کر جاری و قیاری کے حصیں کھیلے۔ سیکولر ازم کا البارہ پہن کر سارا جو سرگزی میوں کو اور ہذا پھونا بنایا۔ یہ ہیں وہ بد اطواریاں جو فسطایت اور فرقہ یزستی کے مقابلہ کی تشریح کرنی ہیں۔ الگ جماعت اسلامی سے بھی ان سے ناطہ چڑا پڑو یقیناً وہ بھی فرق پرست ہے۔ بد کاری ہے۔ لیکن انہیں بخوبی اور عدل و دیانت کے دائرے سے قدم باہر نہیں نکالا تو کوئی متعفو نہیں کہ اسے فرقہ پرست جماعتوں کے خلنسے میں رکھا جائے۔

ریاضی الگن نہ جانے کس ترنگ میں یہ دعظ
فرما سہے ہیں کہ باہمی اتحاد و تعاون کی کوششیوں
کی بجائے:-

”ہماری کوششوں کا نیخ یہ ہونا چاہئے کہ
ہندستان میں صحیح سیکولر نظام قائم ہو اور
اسے قائم کرنے میں مسلمانوں کا قدم دوسروں
سے آگے رہے۔“

کی مسلمانوں نے آزادی کے ان چور دہ سالوں میں سینکڑوں ازام کے رُخ پر چلتے میں کوئی کسرا چھوڑی ہے؟ کیا ہندو فرقہ پر تھی احمد سارا بھی ذہنست کو فردغ دیتے میں ان کا شمشہر ابراہیم وخل ہے؟ اگر نہیں اور لقیناً نہیں تو کیا ریاض صاحب کا یہ طلب ہے کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کو اپنے دین و مذہب بے بالکل دستبردار ہو جانا چاہئے تھا۔ مسجدوں میں تالے ڈال دیتے چاہتیں تھے اور ہر اُس فعل و عمل کو ترک کر دیا جاتا تھا

لمازستہ دار شدے لی جائے۔ ہمارے نزدیک سیوک سنگھ ہو یا جن سنگھ ہندو چہا سمجھا ہو یا کوئی ایرجاعت۔ اسے صرف اس بنیاد پر فرقہ پرست اور خاطر دھرم فرار نہیں دیا جائے کہ وہ زندگی سمراج اور سیاست کے ہابہ میں اپنے چھٹے خصوصی نظریات رکھتی ہے اور چاہتی ہے کہ ملک و قوم اسی کے پسندیدہ سانچے میں داخل جائیں۔ یہ نظریات چاہیے مذہبی فوخت کے ہبوں یا عام اخلاقی پرچ کے۔ غیرہ اخلاق سے والبھی جرم نہیں۔ جرم اور فرقہ داریت کی سرحدیں تو دہاں سے شروع ہوتی ہیں جہاں کوئی جماعت اسے موقف و مسلک کو سلطنت کرنے کے لئے علم و استدلال اور ابلاغ و تبلیغ کے معروف و محمود وسائل استعمال کرئے کے عوض دھانڈی، ظلم و جبری مکاری، سازش اور جارح سرگرمیوں پر اتر آتے۔ دوسروں۔ کو حقوق پانال کرے اور امن و عاقیبت کو محال بنادے۔ جن سنگھ یا ہنس و چہا سمجھا الگ یہ تنادھتی ہیں کہ ملک میں ہندو دھرم کا راج ہو، دیووں کے احکام حاصل ہوں، ہندو طبقہ کا سکنی چلے تو یہ تنادھر پرستی نہیں ہے، جرم نہیں ہے، ضطایت نہیں ہے۔ انھیں بجا طور پر حق ہے کہ اپنی تنادھتی عقلي استدلال سے سچا کر دیا، پر بیش کریں۔ خطے دیں۔ اپنے موقف کی خوبیان سمجھائیں۔ حاصل ہوں کہ انھیں اور موائز کر کے قتل میں کردوسے ہر موقف و مسلک کے یہاں ابھی بوقت مسلک بہتر ہے، بنی بر القبادت ہے۔ پھر سلسی ابلاغ و تبلیغ سے ملک کی کثیر آبادی ان کی ہمتوں ہو جائے تو امن و خانوں کی راہ سے حکومت کی ستد پر جا بیٹھیں۔ یہ جمہوری طبقہ ہے، سیکولر ازم اس کی نقی نہیں کرتا۔ علم وحدت بھی اسکے نو ہیں۔ اسے فرقہ پرستی اور ضطایت کہنا ایسی انھیں کو گوں کا کام ہو مسلکا ہے جو ذہنی طور پر نہیں اور خدا سے بھری طرح بیزار ہو چکے ہوئی۔

جن سکھ یا کوئی بھی جماعت اگر اس طریقے کو اپناتی تو اسے فرقہ پرست ہرگز نہیں کہنا چاہئے تھا۔ لیکن کہا اس نئے جامائی کے اس نے میعقول دھرم و طریقہ نہیں پایا

ڈاک نہیں سخرا اس مرتبہ "مجملی کی ڈاک" عائد ہے

عام سے ہم بے خبر نہیں، لیکن اس کے بھی کبھی غائب ہو جانے میں ہماری چستی کو دخل نہیں ہوتا۔ ناظرین دیکھتے آئے ہیں اور اس مرتبہ بھی دیکھیں گے کہ اپنے حضرت کی محنت ہم نے بہر حال کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سوالوں کا جواب دینے کی بجائے بہ محنت نقد و نظر میں کھب گئی ہے۔ اس مرتبہ بہت سے صفحات دو ایسے مضامین کی تدریجی ہیں جنہیں لفظ کیا گیا ہے۔ دوسری جملوں سے نقل کرنا وقار کے خلاف بحاجات اسے میکن منقول مضامین کی اہمیت نے ہمیں مجبور کیا کہ وقار کا سوال نظر انداز کر دیں۔ ”رویتِ بلال“ کی ضرورت و اہمیت اس کے ہم رشتہ نوٹ میں ظاہر کردی گئی ہے۔ ”مسلم فیلی لازماً ندی نس پر علاش کر جم کا تبصرہ“ شاید جغرافی لفظ لفڑی کی کو غیر ضروری جسم ہو، لیکن ہم اس طرح کے معاملات میں جغرافی حدودیوں کے قائل نہیں۔ اسلام، قرآن، حدیث، آفاق ہیں۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں اسلام کو فقصان پہنچ سہی رنج ہو گا۔ فائدہ پہنچے مسترت ہو گی۔ پاکستان میں مسلم فیلی لازم ابھی تاثر نہیں ہوا۔ ہماری تناسیہ کے تائف نہ ہوا کونکہ اس کی بعض دفاتح قرآن و سنت کے خلاف میں تحریک پاکستان میں بھی جا ہی ہے۔ ہم نے اپنی تناسیہ کا اعلیٰ تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے۔ پاکستان کا ایک مراد فرقہ یہ پر وینڈنہ کر دیا ہے کہ علاقے پاکستان حکومت پاکستان کے جوڑے بعض قوانین کے خلاف اتحاد حلق کی خاطر نہیں کرتے بلکہ اس نے کرتے ہیں کہ ان کی جو دھرم اہمیت کو دھکانزلے۔ یہ پر وینڈنہ الگی ذیلی حدیث سخرا امیز ہے، لیکن ذیجی حکمرانوں نے کہہ ہیں و مراج کا کچھ ہٹکا نہیں۔ ہم نے اپنی تاچیر تناسیہ اور اسے کے اعلیار کی جگات اسی بناء پر کی ہے کہ پاکستانی حکومت کے کسی ذمہ دار آدمی تک الگ بھاری آواز پہنچ جلتے تو وہ یہ جسم کر سکے کہ مذہب ”مسلم فیلی لازم“ ایک بھی پیروی ہے جسے پاکستان سے باہر بھالی صافی احکام کے خلاف ہی تصور کیا جا رہا ہے اور اس کے باعثے میں

جو برا دراں وطن کو یہ احساس دلاتے کہ میسلان ہیں۔ اسی صورت میں سیکولر ازم کی خدمت ہوئی اور یہی چیز اکثریت کے خذبات کو تسلیم دے سکتی۔

اگر بھی طلب ہے، وہ شخص کو میں لینا چاہیے کہ اسی مدت میسلانوں کا شواہ عظم موت کو ترجیح دیتا ہے اور اتنا یہ ابھی بہت دنوں تک دیتا رہے گا۔ لیکن اگر یہ طلب نہیں تو بتایا جائے کہ میسلانوں نے دور آزادی میں ۵ کوں سے کوتک سکتے ہیں جنہوں نے سیکولر ازم کی راہ میں روزانہ اٹکایا اور اکثریت کو آمادہ کیا کہ ان سے سیکولر دستور کی دیجی ہوئی برلن کی محنت چھپنے لے۔ حتاکہ اخھیں جانے والے کے تحفظ تک سے خود مکر دے۔

کم ہمتوں کو اچھی طرح بھی لینا چاہیے کہ مسلم نہیں بھی سیکولر ازم ہی کے رُخ کی ایک کوشش ہے۔ اس کا ایجاد احمدیت ائمہ قائم کرنے کے مسلمہ پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں صرف یہ سوچا جانلے ہے کہ ملک کی اکثریت جو جو اقلیت دینی کے ذریعے سیکولر ازم کے نشانہ اور دستور کی تصریحات پر آرے چلا رہی ہے اس کا کیا علاج ہو، اور صحیح سیکولر نظام کے شعبات و مبقا کے لئے مسلمان کیا کرس۔ وہ اپنے صاحبِ گورنر گاؤں فیض میں بیچکر صحیح سیکولر نظام کے بقا کا سبق دے رہے ہیں، لیکن یہ اخھیں احساس نہیں کہ اگر مسلمان لوں ہی شرتبے ہمارے رہے اور سر جوڑ کر کچھ نہ سوچا تو کل وہ وقت بھی آنکھا ہے کہ آج کے گورنر گاؤں میں غافیت شمشان بھوجی میں تبدیل ہو جائیں اور وہ عظاں خوشیان کی لاشوں پر صرف کسیوں اور جیلوں ہی کا وعظ نہیں جاسکے۔ الحمد لله حفظنا اللهم حفظنا۔

ہم ایک بار پھر کہیں گے کہ مدینے اور الجعیت نے یہ دُور از کار بلمکہ ذہر میں تھا ہوا مسلمہ شائع کر کے سلامت اور دینی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھارت و بھیرت سے داڑھے۔

اظہاریہ تینی مرفتیں کی خاتمہ ہے ورنہ پاستان سے باہر کے مسلمانوں کو بونے سے لڑوں جائیں گے اُبیریں تا اون نافذ ہو اور کوئی جانادار چھپ جائے گی الگ نافذ ہوئی جائے ہے اپنی بیلہ بنا عنی سے ناواقف نہیں ہیں۔ بعض اقسام کی اسی قسم کی غلط فتحی بھی اپنے بائے میں نہیں رکھتے۔ تین ہماری مشاہد اُسی پڑھیا کی سی ہے جو سوت کی اٹھی یکروں سو فٹ کو خریشی چلی تھی۔ کوئی طاقت کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں تھے تو گیا، تم اسی بھی نہ کریں کہ اسلام کے خلاف اٹھائے جائیوں کسی جوزہ مدد میرا یادیں چرکر کاغذ پر رکھ دیں۔ یہی ہم نے کیا ہے اور ہماری سوریدہ فلمی نالہ درد سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

”تجھی کی ڈاک“ کے تحت چھپنے والے سوالات کی رویہ بیلہ تو بول بھی اتنی سہی کہ ہر ماہ کافی صفحات دینے کے باوجود صفحہ سیکھی زیادہ نیچ رہتے ہیں۔ پھر کسی ماہ یعنوان تاغہ ہو جائے تو تصحیح ظاہر ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ جلد ہی ”ڈاک فیر“ نکالیں۔ ہو سکتے ہے اگست کا بھی ڈاک فیر ہو۔ اس میں تلائی ماہات کا امکان ہے۔ اپنے سوالات کی اشاعت میں تا خیر کے شاکی حصہ اتہامی گہجی یوں بہہ ہو رہا نہ لظر کھین تو عین کرم ہو۔

ساعر: تھانی ۳۲۰ منی سالی

شاہمہاں کے اسیری و رعہد اور نگنی بیج

اُس دور کی تاریخ جب تاریخ محل کا خالی اپنی زندگی کے آخری لمحے پیں دیواری زندگی ان گلزار ہاتھا۔ جب میلے سالمیں پر ادبار کے ادل چھلکتے ہوئے۔ شاہمہاں کی بوڑھی شنکھیں اپنے میلوں کو ایک دوسرے کے ہون کا پیاسا دیکھ رہی تھیں جب ہن وستان کی سیاہت ایک نیا موڑ مٹڑ رہی تھی ایک عینی خاہد کے قلم سے۔ مجلد بارہ پیٹے مکتبہ تجلی (لیوبنڈ (دی۔ ہل))

روغناں اک دیر مانع

روغناں اک دیر مانع کوئی معمولی اشتہاری ہیں کام کر کے، جو دنماشی وقت اور بالوں کیلئے ایک ٹانک کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنماشی نزول کو دور کرتا ہے۔ بے خوابی مفعع کر کے میٹھی میڈر لاتا ہے۔ دنماشی بخت کرنے والوں کے لئے خاص تھہر ہے۔

قیمتی شیشی ایک روپی ۷۸ پیسے
ڈاک خرچ ڈیڑھ روپی

ہلال فائزی دیوبنڈ روپی

مالوسوں کیلئے بشارت

میڈر جوڑ، قابی اعتماد علاج۔ تجربہ ہماری
حمدافت کی گواہی دے گا۔

اگر آپ مدنوں علاج و معالجہ کے بعد بہت ہار کر ماہی سی و انتشار کی زندگی سفر کر رہے ہیں۔ وقت کے لفاضے یا غیر محتاط زندگی کے باعث جسم کی ڈاقیں شست اور نثار حال ہو گئی ہیں تو پھر ایکبار خدا کے ہمدرد سے پر ہمہت کر کے اس طرف رجع یعنی۔ یہاں ہرگز ممکنے امر اعنی کا خاص طور سے علاج ہوتا ہے (خطوط راز میں لکھا ہے) حکیم ابوسعید عبید اللہ اسلام نگر
ڈاکخانہ در رہنگر ضلع در رہنگر بہار

عقل قوان

مسید سخی سانگھ

ائزہ مولانا ابن العرب مسکن

کرنے والی لڑکی کے رخساروں کی دلکشی انکھوں کی جیک اسماق سے زیادہ بلند آنکھی کے ساتھ اس نقطے نظر کی تائید کرتی ہے۔ عورت ناصحت و قلت نہ صرف خود ہی اپنے شہزادی جدبات سے لطف اندوز ہوتی ہے، بلکہ مرد کو بھی اسیں شریک کر لتی ہے۔

اب تائیئے اسے ثقافتی پر دگر امور اور سیاستی و لیوں اور ناجاگانوں کے مقابلے پر رکو ایک توہینی لوگوں کی بجواں نہیں۔ "صاحب" کے منصب کی بات ہے اور الگزیری میں بچپی ہے۔ اپنی حکومت سے تو فردی اس بابت بچہ نہیں کہہ سکتا کہ ناجاگانا اس ملک کی اکثریت کے نزدیک عادات کی فہرست میں شامل ہے لیکن ان آل احمد صدر سے ضرور توجہ کی گذارش کروں گا جو نوشے لوٹدیوں کو اعلیٰ شام کی ثقافتی سرگرمیوں میں جوڑ کر زندہ اولاد کی بجائے اعلان اور جذبہ خدمت وغیرہ کی تولید کا ارمان رکھتے ہیں۔ ادا نوں پر کوئی پامندی نہیں۔ حاجز کے ہم ساتھ صوفی داشت علی نے پورے سال بھر کے ادامان کیا ہے کہ ان کی بکری کے بطن سے ایک ادھ بھیں کاچھ پر آمد ہو جاتے۔ خواجہ نذر حسن سے وہ تعریز بھی لائے تھے اور بکری کی دُم میں باندھا ہبھی تھا لگر سال کے خاتمے پر بکری مخلکے ایک ترقی پسند کرے کے ساتھ فرار ہو گئی اور صنانے ہے اب وہ جو طلبہ بھتی کے کسی نلم اشد یوں ادا نو کی شریک گئے رہا ہے۔

تو جو لوگ نام نہاد ثقافتی سرگرمیوں پر کھلی تقریبیوں

تاریخ نوشتہ ۲۴ مئی ۱۹۷۴ء۔

کنفوشش کا یہ زیرین مقولہ آپنے ضرورت نامہ کا کو خبروہ ہے جو پاتنیر میں بچپے اور وحی وہ ہے جو صاحب کے مجھ سے نکلے۔

چلیے جاتا اسی مقولے کو سینے سے لگائیں۔ یعنی ایسی دلیلی جگہ کی نہیں، بلکہ لندن شریف کی خبر ہے کہ ایک تحقیقاتی کمیٹی نے جس میں یونیورسٹی کے پروفیسر اور سماجی کارکن شامل ہیں اپنی صردوں سے پرورٹ میں اکٹھاف کیا ہے۔

"برطانیہ میں زیادہ تر مردوں کی ملاقات لگکروں

سے ناجاگھروں میں ہوتی ہے اور یہ ناج مرد

اور عورت میں حلقة۔ اتمال کا کام دیتے ہیں۔"

ڈاکٹر پاتر نے اپنی کتاب "عورت اور محبت" میں لکھا ہے:-

"کوئی فیضی دل (حفل یا میلہ) ایسا منعقد

نہیں ہوتا جس میں ناج ہو اور اس کا تنبیہ کسی

جنی سرگرمی کی صورت میں نہ نکلے!"

عورت ناج کی اس قدر شائی کوں ہے جو اس کا

جواب ڈاکٹر پاتر دیتے ہیں:-

"عورت رقص کو اپنے ان جنسی احساساتی اڑائش

کا ذریعہ بھی ہے جیسیں عام حالات میں جیا اور

تحفظ عصمت کا جذبہ بدیاں رکھتا ہے۔ عورت میں

اس نقطے نظر کو تسلیم کرنے سے بڑی شدت سے

انکار کرتی ہیں، لیکن رقص سے والہاں محبت

چھوڑے ہوتے تیر کسی کے بھی لگ سکتے ہیں۔ مغلوط اسکو لوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ تیر طوفان کے گھیرے میں زندگی گزار سے ہیں۔ ایک طرف اب روز کی مکانوں سے مست بگاہوں کے تیر ہیں۔ تیروں کی بوجھاڑے ہے تو وہ سرمی طرف عمل ولیکے انگارے جسون میں ہو گھولوں کھولا کر اسٹیم تیار کر رہے ہیں۔ تیری طرف نافع مطر کی چوش روپاں سرگرم عمل ہیں تو چھپی طرف اداوں کی فوج چھاڑی ڈالنے پڑتی ہے۔ ان نازک حالات میں یہ بھروسہ دی ہیں کہ کبھی پڑتیر بازی کرنے۔ کبھی پڑ کوئا پڑی ہے کہ اپنے تیر بردا کرے۔ یہاں تو آپ سے اپنے عشق کے فارے اپنے کافر ارادہ ساز و سامان موجود ہے اور صرف طلباء ہی کو نظرِ عشق گائے کا حق نہیں پہنچتا آخر استادہ بھی تو انسان ہی ہی۔ اسی ادم کے بیٹے ہیں جسے خواستہ جنگ سے نکلاوا تھا۔ ان کے سینوں میں بھی دل ہے۔ دل میں جذبات ہیں۔ جذبات میں اقدام کی خنگاں ہے۔ ترناں کلر اور تہذیب کی روانی پرور روح کروٹیں لے رہی ہے۔ اُن تی عجبوں کو کچھے اسے فاضل دربارِ احمد الحفاظ رکھئے اُس بُرے وقت سے بچنے کو تھا کیونکہ کوئی تیر آپ کے بھی مار دے اور پھر آپ کسی پردہ فیض ہی کی خدمت میں حاضر ہو کر بوجھنا پڑے کسلہِ حربِ جہاد دیدا مکشف تو فرمائی کہ بوجھا عاشقِ فحود کو کیا القاب و اواب بکھے اور کن خوبصورت الفاظ میں اس جذبے کی ترجیحی کر کے کلے بخوبی خاسدار اپنے سات بھوں کو تیری بارگاہِ مسیں بھیٹ پڑھانے اور ہا ہے۔ اللہ الموفق و هو المستعان۔

اور اسے بھیا میر ایوب جو آپ شرم ناک شرمناک کا لفظ بار بار پوچھتے ہیں تو یہ بھی تہذیب و پکار کے ذریں مکمل باہر ہو چکا ہے۔ شرم تو ایک اضافی پتیر ہے۔ فدودی کی جویں اگر راستہ چلتے بر قدر کی نقابِ الط کر دے بائیں کی راہ پر سے کرے تو آپ شرم جاتیں گے کہ بڑی بے شرم ہے۔ لیکن ستر کوں پر جویں ٹھوٹی خوبیں بدن کے سامنے نشیب و فراز اچھا رئے ٹھاٹ سے مل جیں ان کا خیال ہے بلکہ انکے سر پر تینی کلامی ہی خیال ہے کہ سے شرمی کی اسیں ہیں کوئی بات نہیں پھر جو اسی چہار میں پھیکا امریکی فرانس اور انگلستان وغیرہ چلے۔ دیاں آپ

اور مردوں کی اخلاق اور نیوں کے اُن تاکریں نتائج کو کچھ سے ناصر ہیں جن کے لئے کسی دلیل کی احتیاج نہیں ان کے بالکل ہیں عاجز کا دعویٰ ہے کہ وہ تین حال سے خالی ہیں۔ یا آؤ ہے سر کے بن کھڑے ہو کر سوچتے ہیں۔ یا ان کے بدن کی شیزی ہیں پیدائشی طور پر کوئی ایسا نقش رہ گیا ہے جس کی وجہ سے وہ جسم میں گر کے کہ جسی بھیان بھلی جذبات اور جعلی خواہشات کا جوار کھا لے گئے ہے اُنکو وہی قوت رکھتا ہے۔ وہ بچوں کی طرح رہتے پر اماں کے بند بانجھتے ہیں اور کچھ ہمیں کو جو ادھار مار ک جائے گا۔

باہر ہے نیش کوش کو ش کو عالم دوبارہ نیست
کے قائل ہیں۔ اس عقیدے کے کاہدہ اعتراف تو ہیں کیسے۔ لیکن ان کے ذہن کا نفسیاتی تجزیہ بسی جاتے تو بھی حقیقت سامنے آتے گی کہ اخلاقی ترتیبیں ان کے یہاں کوئی نیت نہیں ہیں اور زندگی کے ساتے نلٹی کو وہ "لذت" کے حمد پر گھاد بیا پا چاہیے۔

۵۷۶

رسدِ زمانِ الہیت کے فاعل ایڈم پر نہ ہزار پیارے
کے اداریتے ہیں، قلم نشریا۔

کل ہی پانچے پانیں ایک ریاست یونیورسیتی کے چند حد سر زادِ حب کچھ کاغذات میکرائے اور اخوند یونیورسٹی کے ایک شعبے کی شرمناک دستائیں ہستائیں اور ہیاں کے اسکوں کے کیرکٹر پر دشی ڈائی۔ جب ہم نے اسکوں کے امثلہ میکھلے اور بعض خطوط کے ٹوپیکے ترددانگ چکر اور رہیں۔ ان استادوں نے بعض انسی لاکوں کو خطوطِ شکنچہ خوان کی منظور نظر پیش کر دے یا تو ہمیت نہیں پڑھ کر الگ ہو گئیں۔ جیسی ایک استاد کا قلم خود خود کھا بایگی جو اس نے کیا منظور نظر کی کو لکھا ہے۔ بس پچھے پر چھکے کیسا شرمناک خط ہے۔

خدا آپ کی دیقا نویست پر رحم کرے۔ اسے فاضل بیدار
کیا اپنے نہیں سن کر کیو پڑا۔ دھاہے اور اس کے دھیرے میں

سرست کا اظہار نہیں کرتے بلکہ آنسو بھانسے میں مدلولی ملاؤں کے شریک ہو جاتے ہیں اور آزادانہ اختلاط پر مناسب نگرانی قائم کرنے کے خیال سے بھی بخیں اتفاق ہے۔

لیکن ان دو گوں کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو تمہارا پودا لگا کر شکوہیوں کی کڑواہی پر اعتماد رتا ہے اور چاہتا ہے کہ خارجی ترکیبوں سے اس کڑواہی کو شیری میں بدل رکھے اگر نمکوئی نہ کرو رہا تو انگوڑ کے حزے لوٹے۔ اس کی کوششیں کچھ اس طرح کی ہوتی ہیں کہ بھی تو وو دے کی جڑ وہنہ شہد داں رہا ہے بھی کھاد میں شکر ملا رہا ہے۔ بھی ان کی جدھنے کا راس دے رہا ہے اب اس سے کہتے کہ جانی ہیں! انگوڑ کھاتے ہیں تو اس قتلزدی سے باز آئئے اور یہم کی جو جائے انگوڑ کا بوداں کا ہے۔ تو وہ بھر طک اٹھتا ہے۔ اراحت ہوتا ہے سطھنے کرتا ہے۔ وہ نفسی قیمت پر اس کے لئے تیار نہیں ہے کہ یہم کی کاشت سے باز آجائے۔ نتیجہ ظاہر ہے وہ لاکھ سرالیے پوری شوگر فی سکڑی بھی پوچھوں کی جڑ وہنہ یعنی صنم کر دے نہ کیاں ہی سدا ہوں گی اور اگر خارجی ترکیبوں سے ان کی کڑواہی پر یہم کی بھئی بھی آجائے تو اسے اجراء کے ترکیبی کے لحاظ سے یہ بھر جال انگوڑ کھی بھیں بن سکیں گی۔

عورت اور مرد دو ایسی خوبیں ہیں جن کی بائیک کش رہنا کی صورت ہے بڑی حقیقت ہے۔ ان کے باہمی جزوں و انجدہ بڑ کو کوئی فلسفہ اکوئی و عظیز کوئی طاقت ملایا میٹھیں کر سکتے۔ ان کا احتمال ایک ایسا پورا ہے جس پر پھر م اور جنی تعیش ہے کہ پھل لگیں گے۔ آپ، ہزار عین کردار ہو۔ انگوڑوں کے پورے شکر متعین فرمادیجے، فلسفہ اخلاق۔ لے کر زندگے کوڑ جو اونوں کے محل میں اُندر مل دیجئے۔ وعظ و پند کے مالاہی کھڑے کر دیجئے میکن یہ پورا عہدت و عقدت کے شکوئی شرم و جیل کے پھیلوں اور یا کدا منی کے بھل کبھی نہیں دے گا۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ شیدگانوں اور احتناموں کے ذریعے اسے پوری طرح غربا رہنے سے روک دیں میکن فطرت آپ سے زیادہ طاقت درستہ ہو۔ آپ کی جملہ بندی سے ہمیں نہیں ہو سکتی۔ جذبات و خواہشات کا لادا اور بندی اور

یہ بھی ثابت نہیں کہیں گے کہ نسوانی اجسما کی عربانی اور مرد و زن سکھ لے جعلے ناج اور بر سر عام پوس و کوار و فیرہ میں بشری کا اذانی اس کو ای بھی یہدا ہوتا ہے۔ پھر زر اکلیوں، ریستورانوں میں جھکڑیوں اور تہذیبیہ پلچر کے گھر میں اگر مرکزوں میں بھس کر بیکھتے تو سرنسے سے یہ کہتا ہی آپ کے لئے مشکل ہو جائے گا کہ بے شرمی نام کا کوئی لفعت بھی کسی دلکشی میں دیکھا بھی تھا؟ پس استغفار پڑھتے اس لگانہ آریہ جسارت پر کہ آپ نے بھائیشے استادوں اور پروفیسروں کے مقابلہ بھجت کو "شممناک" کہا ہے۔ شممناک خود آپ ہیں کہ جانے کتنے بچ کے باپ ہو گئے اور ابھی تک عشق کی توفیق نہیں پائے۔ یہ تھافت اپنے، قسم اور ادائیت کا دوسرے۔ اس میں فرسودہ قندریوں اور بچھے ہوئے خیالات نہیں چلیں گے۔ اگر عظیم سو شلسٹ صلاح اور صفتی دوسر اور آزادی کی برکاتستہ بھرہ وہ ہوتا ہے تو آئئے لے میر خوش تدبیر ایسیں اور آپ مل عشق کھریں۔ سات آپ کے اور پانچ سیمیرے پچھے جب جلوس کی شکل میں دو گوں کے آئے آئے یہ تند نغمہ لائیتے جائیں گے پیار کی کوئی چوری نہیں کی پیار کیا توڈ رائیں تو جملے ہندوستانی تھافت کا شہر اپنے اسمان کی چھت سے جاگر لئے گا اور ہم روس کے مقابلہ پر خصم ٹھونک کر کہہ سکیں گے کہ مغل مكتب ایسا اسپنڈ نہ تو پس دو سو ہیں میں بلندی پر ہٹھا گرہاری تھافت و پلچر کا طبعی را کٹ تو آسماں میں بھی جھید کر آیا۔

آج تھافت و پلچر کا ذکر چھڑا ہے تو ایک نمونہ اور سچی۔ نمونے سنتے قبل وہ رائے بھی سی لیجھے جو مرا قطب الدین کو اس طسو سے اور عاجز کو مرا قطب الدین سے بیسی ہے کہ تھافت و پلچر کے ثرات سے خود غلبہ دار این تھافت بھی خوش نہیں ہیں اور متنا ان کی بھی بھی ہے کہ عورت مرد پلچر پر فرگر اونوں کے حزے تو ضرور لوٹیں مگر حدود اخلاق کو نہ پھلانیں اور آزادانہ تفریحات کی کوکھ سے بھی بے راہروی ولادت نہ پائے۔ اسی لئے وہ ہر س کاریوں کے فریغی

پھٹ جانے کا اندازہ تھا اس لئے وہ اس کو کوئی جواب نہیں پہنچا سکتے۔ اس طبایہ آیا اس پر اُتر کر ایک پریس والے کے قریب گھڑی ہو گئی۔ اگر وہ تعاقب کرنے کی حریات نہ کرے۔

اس کہانی سے آپ کیا تیجہ اخذ کرتے ہیں؟ ۔۔۔ شاید یہ کہ ابھی ہماری یہ ٹیکھروں میں عزت کا پاس یافتی ہے۔ تھوڑے عصمت کا بندہ باقی ہے۔ اتنی حریات باقی ہے کہ ہم اس مردوں کو پاتے نظر سے ٹھکر کر اخبار کے ایڈٹریوں اور سماجی کارکنوں سے اپنی پیتا بیان کر سکیں۔ پانی ابھی سر سے اوپنما نہیں گیا ہے اور بڑھتے ہوتے خطرے کو نگرانیوں اور خدا بطریکوں سے روکا جا سکتا ہے۔

یہکہ تجربہ انفیاس اور تیاس منطق کچھ اور ہی تیجہ اخذ کرتے ہیں۔ خور کچھ تو آپ کو کبھی اس سادہ سی حققت تک پہنچنے میں زیادہ لباصرہ نہیں کرنا پڑے گا کہ جب بھجو کے عقاibوں اور جو چڑبوں کے جھنڈوں میں تعاقب کا کھیل جاری ہو تو ساری ہی چڑیاں عقاibوں کا نقہ نہیں بن جاتیں۔ کچھ زخمی ہو کر بھی جان بجا لے جاتی ہیں اور کچھ اپنی مستعاری جلا لیں یا خوش سستی۔ سے زخم لگنے کی ہی نوبت نہیں آئے دیں بلکہ کی اُس شخص کو شاخ جلی کے سوا بھی کچھ کہہ لیں گے جو عقاibوں کی کامیابی اور جو چڑبوں کی افادہ کا نہ ازدیجی بھی بھی چڑبوں سے لکائے بیٹھ جائے اور ان باقی چڑبوں کو عخنوتوں اماموں بھولے جو یا خاموشی سے نقدہ ہن گئی ہیں یا زخمی ہو کر کسی نامعلوم دریے میں جا پڑی ہیں۔

یہی بات تو ہی سمجھ لینے کی ہے کہ جبکہ جھوک اور رومان پسندی کا چسکا اور لذت لکھی کی ہوس اور حمالیات کی جس تھا مرد ہی کا حصہ نہیں ہے۔ عورت بھی تھوڑے سے فرق کیا سمجھتی ہیں رب سازہ سامان اپنی جلت میں ہوئے ہے کہ سمش طرفہ ہمیں دُو طرفے اور جو لوگ صستی تعیش کی ہر کہانی میں مل کر فوادا صرف مرد ہی کو بھتھتے ہیں وہ احقوں کی جنت میں آباد ہیں۔ سو مردوں اور ستوا عورتوں کو آپ تخلوٰت زندگی لگانے والے کی خاطر تہذیب پکڑ کر کسی سرکرد میں جھوڑ دیجئے۔ ہوس کے شعلے

پکے گا اور جہاں تھاں سے پھوٹتا رہے گا۔ آپ اپنی انج پر پہنچنے پھاٹکتے۔

اب وہ نیوز ملٹا خلوف رہائیے جس کا از سکرا بھی وعدہ کر چکا ہوں۔

دہلي کے ایک اخبار میں جس پن لال آزاد کے قلم سے ایک نہایت ثقافت اگنیز اور رومان پر ورود اچھی ہے۔ اسیں وہ قلمزار ہیں:-

چند راہ ہرئے ایک اسکول کی چار پانچ یہ ٹیکھر دفتر میں اُئیں اور انہوں نے اپنے اسکول کے جو حالات سنتے انہیں شکر سخت جیرانی ہوئی۔ ان میں سے ایک یہ ٹیکھر دفتر نے بتایا کہ اسکول کے غلطان گلچول سرو گرام کے ہے اسے یہ ٹیکھر دنوں کو راستے کے نوجیج سکول میں بلاتے ہیں۔ اسی سے موقع پر اسکول کی انتظامیہ کیے ایک دو محبر شراب پی کر آجائے ہیں اور یہ ٹیکھر دنوں کو گاما شانے کیلئے کہتے ہیں غرض اسکول میں منتظمان نے گلچول پر درگرام کی آڑ میں اسکول کو ایک اچھا خاصا بیٹھی خانہ بنادھا ہے۔ ایک ہو یہ ٹیکھر نے بتایا کہ اسی ہی ایک تھنل کے دروان اسکول کی انتظامیہ کیے ایک محبر نے اسے پکڑنے کی کوشش کی اور وہ اپنے آپ کو اس دُشت کے پیچے سے بڑی حفل سے چھڑا کر بھٹکنے میں کامیاب ہوئی۔ تیسری یہ ٹیکھر نے بتایا کہ اسکر روز جب وہ اسکول سے ناممود ہو کر اس میں بیٹھ کر گھرو اپس جاری ہی تو انتظامیہ کیمی کا ایک سرکردہ مجرما اس کے ساتھ ہی میں بیٹھ گیا۔ میں نے دریافت کیا جناب کہاں تشریف سے جا رہے ہیں تو اس نے جواب دیا جہاں آپ سے جاؤ گی میں بھی وہی حاذن گا۔ چل تھیں شیما چبولیں میں شرماگی اور غاموش ہو گئی۔ اس پر اس نے کہا شرمائی کیوں ہو، تھا راتی باہر رہتا ہے، تم جو ان ہو ایک دست دہی میں رکھو۔ اس یہ ٹیکھر نے بتایا کہ چونکہ اسے اپنی عورت کا پاس خدا دوسرا فکری

ہرگز نہیں پڑے ملکتی۔ وہ لوگ پاگلوں کے سپناں میں داخل کئے جانے کے قابل ہیں جو پہلے وہ مفروضہ قائم کرتے ہیں کہ جنسی چالوں صرف مرد ہے اور عورت بچاری خرثقوں کی طرح سپاٹ دل و دماغ رکھتی ہے۔ پھر وہ یہ مفروضہ قائم کرتے ہیں کہ عورت ہی نہ چاہے تو مرد اپنے بُرے ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں مفروضے صابن کے بلندیوں سے زیادہ نہیں۔

مگر خدا کی بارہ ہو چکے ہے۔ یہ کیا خشک فاسفے جو میں شافت، آڑٹ اور کلچر کے اس عہدہ نہیں میں لیکے چکھا۔ نہیں اے ناظرین! امداد کیا مجھ دیا اسے کو۔ میں پنی ہماری بکواس والپس لیتا ہوں۔

۶۴۔ میری سلسلہ: — ٹری پر بہاڑ خبر ہے۔ سینے اور سر (صفحہ) لکھنؤ سے ایک اخبار نکلا ہے "سو فراز" جو شامی تاشقان اہل بیت کی تقدیس مآبیوں کا ترجمان ہے۔ اس کی اطلاع ہے کہ شیعہ مولیین اور جن سنگھ کے تعلقات نہایت خوشگوار ہوتے جائیں ہیں۔ فصیر آباد ضلع راتے بڑی میں شیعہ اور سنی بھائی آپ میں ملکر اگئے تھے اسی میں جو ۲۰۰۰ شیعہ گرفتار ہوئے ان کی مدد کو بھی زیادہ تر جس کی بھائی ہی اسے اور سنی ظالموں کے مقابلے میں انھوں نے ٹری ہمدردی کا انعام کیا۔ جالسیں ہزار روپے کی خمامتوں میں بسی ہزار کی خمامتوں نہیں جن میں بھی بھائیوں نہیں کیں۔

پھر وہ رقم طراز ہے:-

"ادھر کچھ عرصہ سے شیعہ جن سنگھ کی طرف لکھنچ رہے ہیں اور جن سنگھ شیعوں کو اپنارہی ہے۔ چنانچہ جون یور، یعنی آباد بنارس اور غازی پور کے ظلمتوں میں اپنگ کوئی بارہ ہزار شیعہ جن سنگھ میں شامل ہو چکے ہیں۔"

فرمائیے کسی رہی؟

آپ شاید ناک مخہج چڑھائیں گے کہ جس جن سنگھ کی شکنامی کو ابھی جبل پور کے شہر آشوب — بلکہ صوبہ آشوب سے چار چاند لگ کئے ہیں اس سے اعلیٰ درجے

صرف مردوں ہی کے سینے میں نہیں بھڑکیں گے۔ کتنی ہی عورتوں کے سینوں میں بھی صفحی جذبات کے شعلے زبانیں کپی شروع کر دیں گے۔ عورت صفحی میلانات کے میدان میں قدر تباہی زیادہ ضابط اور حفاظت پیدا ہوئی ہے اسلئے یہ تو ملکن ہے کہ عمل اقدام اکثر مشترک مردوں ہی کی طرف کے ہے، لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمی احتیار سے بھی مرد ہی یواہ ہوں اور عورت ہوں کے ذہنوں کی فضائل کم خشنوں کے تقدیس سے لبریز ہے۔

شوہیں سے کم سے کم عورتیں ایسی ضرور ہوں گی جو تہنیب و تکریب کی جذبات انکیز خدا میں مردوں کا اقدام پڑناک بھوں نہیں ہو جھوہائیں گی بلکہ ایک مخصوصی بھیجا ہے کہ ساختہ بیک کہہ اچھیں گی۔ دس ایسی ہوں گی جو طبقاً تو تو ان اقدامات سے تجوہ ہوں گی، لیکن ان میں حرمت نہ ہوگی اور با وجود خود خوش تھقظ کے نشاط و لذت کی رو میں بہرہ جائیں گی۔ دس ایسی ہوں گی جن میں مقابلے کی جرأت تو ہر خیگی گر مرد کی طاقت و رمکاری کا جال اچھیں جکڑ دیا۔ اور جس کی کمابی جبرا و مکاری کے قلم سے لکھی جائے گی۔ تیج کبھی تو یہ ہو گا کہ شرم و نداشت اور خوف رسوانی ان ہوئے ہوں گی اور آنے آنے کے لئے را احتیاط کا وظیفہ پڑھتے ہوئے چب ہر کے بیٹھ رہیں گی اور کبھی یہ ہو گا کہ یہ قاتاً ان کے جذبہ عصمت پرستی کے لئے ہم تباہت ہو گی اور مردوں کے ہوں کارانہ اقدامات سے مقابلہ کرنیکی امنگ سردار پڑھائے گی۔ اگلے کسی بھی موقع پر وہ پہلی جسمی دععت نہیں کریں گی اور معدودت آمیز آمادگی کا پتو رو رواہ دماغ لے کمی گوئے میں بھل جائے گا۔

کچھ بے شک ایسی بھی ضرور ہوں گی کہ جن کا خاص قسم کا رکھو رکھاؤ کسی مرد کو جرأت ہی نہیں دے سکا کہ دستی طلب بڑھا سکے۔ یا جرأت ہوئی بھی قوہ اسے جھٹک دیں گی اور مذکورہ یہ ڈی ٹیچروں کی طرح زبان کھولنے کا بھی کارنامہ کر دھائیں گی۔

یہ حسابی قیاس آرائی کم و میں تو ہو سکتی ہے۔ غلط

پڑھا لے اور میں پا یا بھی کی تکنک آزمائے تو فرمادی بھارت
ماتا کی قسم کھا کے کہہ سکتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اسکے وارے کے
نیکے ہو جائیں گے۔ نہ صرف شیدھ غصی دو خول اس کے حلقو
بگوش ہوں گے بلکہ قبوری شریعت کے متواطع بھی روڈ
در روڈ اور روڈ اور داریہ کہتے ہوئے حاضر ہو جائیں گے۔
من نیز حاضری شوم نقصویر جاناں در عرض

کے مومنین کا گھٹ برداکسا۔

لیکن اے بھولے ناظر! چیجے کو کام میں لایئے۔ ڈا
پات اور سل پرستی کے جس خیر سے شیعہ مذہب کا پتلہ تیار ہوا ہے
وہ تو فطرت ہی اس باستکا مقاصدی ہے کہ ایسے ہی رُخ پر دُڑ
لگائے جو ہر سل پرست اور ذات پاٹ کے مقدس پانوں
کا سند رکھا ہیں مار رہا ہو۔ جس سنگھر فرقہ پرست ہے یا ہمیں
یہ تو الگ بحث ہے۔ یہ واقعہ ہر حال مختلف فہمیں ہے کہ
جن سنگھر جن بھارتی سپوتون کے سنگھن کا نام ہے ان کے اپویکی
ایک ایک بوندیں ذات پاٹ چھوٹ چھات اور سل نسب
کی رنگیں اس رچی ہوئی ہیں۔ جاپانی شاعرنے کہا تھا۔ دل کو
دل سے رہا ہوئی ہے رشیعہ مومنین کی ساری اُنڈا یا لوچی
بھی سل و نسب بھا کے گرد گھونٹتی ہے۔ لہذا کون سی غیر فطری
بات ہوئی اگر وہ جن سنگھ سے سینہ بینڈ لب پر لب پہنچے۔
غیر فطری تو یہ ہو تاکہ ان کی آنکھیں یوں سے لٹھ جاتی۔ تابع گواہ
ہے کہ ایسے غیر فطری عمل کے منکب وہ شاید ہی بھی ہوئے ہوں
کل کی باستی ہے پاکستان میں مکدر و مرزاک کے ہاتھ اقتدار کی
بڑی لگ بھی تھی۔ چند ہی روز میں ان عالیت الہ بہت سنہ جو
کل ہلاتے ہیں ان کاحد در اربعہ کوئی پاکستان جائے نہیں۔
بھلے سے ان کی بساط جلد ہی الٹ گئی ورنہ فعل و نسب کے
گزاریں وہ بہار آتی کہ پورے ایشیا کو مارے خوشبو کے
نمل ہو جاتا۔

اگر ہمارے جن سنگھی بھائی عصیت سے زیادہ عقل سے
کام لیں تو ہم را عومنی ہے کہ قبوری شریعت کے متواطع بھی
جو حق درحق ان کے گھلے الگ جائیں۔ بُت پرستی اور قبر پرستی
میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ محض الفاظ اور تعبیر و کی اقتداری
ظیعیں دو میان ہیں حاکی ہیں در حق قبر پرستی اور بُت پرستی کا میکہ
اوہ سراسر اس دنوں ایک ہی۔ مُردہ پرستی اور دلو تباہی سکی
ہمیں ہیں جو اگرچہ ایک تکاچ میں تجھ نہیں ہو سکتیں مگر متر
جزر کے ذریعہ صحیح کرنی جائیں تو با بھج بھی ثابت نہیں ہوئی۔
جن سنگھ کا ظرف چھوٹا ہے ملکہ ان پا یا بھی کے عوض وہ لاٹھی
اور بھیں کی مغلوق استعمال کر رہا ہے۔ الگ وہ اپنے ظرف کو ذرا

کے متى اللعنة:۔ طبیوں کی باتیں بھی ٹہری ہوتی ہیں۔
جناب آچاریہ و فو بآجھا دے ہماںے ہماںے مقدس دلیں کے قان
ہمہ صحت موصوف نیتاوں میں سے ہیں جن کے متعلق عالم خال
یہ ہے کہ ایک درجن ارباطوں کی حیب میں پڑے رہتے ہیں۔
اچھی حال ہی بس اپنی کسی تقریب میں اپنے ایک مرکر کا نکتہ
صادرو فرمایا ہے:-

" موجودہ دنیا نہب اور ساست کی نہیں، بلکہ
سائنس اور دنیا دنیت کی دنیا ہے۔"

اس نکتہ میں معزکر کیا ہے یہ میں اور آپ بیسبب کن
ذہنی اپنی کے نہیں سمجھ سکیں گے۔ مگر ہندوستان ہی کے
نہیں پوری دنیا کے جانے بھانے والش و رجائب پنڈت
جو اہر لالہ نہر و سبب بالغ نظری اپنی کے اس نکتے پر بھوک
اٹھے ہیں اور اک آباد کی ایک تقریب میں سانگک ہل فرمایا
ہے کہ آچاریہ جی نے یہ بات پڑے معزکر کی کہدی ہے۔
جب پنڈت ہنر نے فرمادیا تو اب جس کدھے کو
اس ہیں معزکر نظر نہ آئے اسے دنیا کا سبب بڑا حمن اسے
بغیر خارہ نہیں۔

مگر مجھ ناچیز کو اپنے الحمن ہونے میں بھی شک نہیں
ہوا۔ دنیا کا سبب بڑا حمن ہونا تو ویسے بھی ایک عالمی
اعزاز سے کم نہیں۔ لہذا بغیر حسیں و جھٹکتے کے صاف صاف
عرض ہے کہ بنے لی چھوٹی سی طھوڑی میں پر معزکر
الا را مر نکتہ بالکل نہیں سایا ہے۔ بندے کی طھوڑی تو
خیر کس شار میں ہے مولوی بدائع الزیان تکمیل کا سرمبارک
اس کی سماں نہیں کر سکا ہے۔ حالانکہ اس کا نظر اتنا بڑا

"اب فر دیرستی پھیلائے گے" وہ جھلائے گئے "یہ بھدا طرز و طعن کا یا موافق تھا؟"

"طعن کون مردود کرتا ہے۔ آخر دیزیر مصوف کا ارشاد تو آپ نے سماں ہی پوچھا۔"

"وہ سیاسی سطح کا تھا۔ تو باجاوے جی کا ارشاد علمی سطح کا ہے۔ خلائق بھٹ کہنے کرنے ہو۔"

تقریباً الصفت گھنٹہ میں ان سے استفادے کی سی بیان کرتا ہا مگر وہ چاہتے تھے کہ جس طرح خدا کو بے دلیں مالیہ اسی طرح ارشاد کو بھی بے دلیں معاشر الارامانا قوم پرستا نہ نقطہ نظر سے ازحد ضروری ہے۔ رہ رہ کے وہ متن ہی کوئی لکھ پڑتے رہے۔ مجبوراً فدی نے قرآن کے ساتھ عرض کیا،

سلیمان زبدۃ العلماء! حق یہ ہے کہ کوئی صحنی خود آجھتائی صدر دانش میں ایسا مکون ہو گیا ہے کہ آپ رش کے بغیر اس کی استنارة ملک ہی نہیں رہی ہے۔

وہ ہے۔ جب متانت کا مصنوعی باداہ انھیں پر معلوم ہوئے لگتا ہے تو ان کی عادت ہے کہ جی کھول کر سنبھلتے ہیں۔

جی انداز میں فرمائے گے۔

"یار! نہ تو جیسا شخص تعریف کر رہا ہے تو بات اونچی

ہی ہوگی۔ اختراض تو لوگ خدا پر بھی کرتے ہیں۔"

"میں اختراض نہیں کر رہا ہوں حضرت امیں تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آخر دھانیت ہام کس چڑیا کا، لکھنؤ کے رویں میں نے ایک شتر سرخ دیکھا ہا جس کے بلے میں باخربار گوں نے بتایا کہ یہ بھیں کے اٹھے دیتا ہے کہمیت ہی تو دھانیت نہیں تھا؟"

"تمہاری الیٰ کی تیکی جسم کے ساتھ طبق میں جلو گے۔"

اس بشارت کے بعد گفتگو کی بجائش ختم ہو گئی۔

اب لے ناظر ان آپ ہی اپنی عقل رسم سے فدوی کو مقولہ زریں کا مطلب بھائیتے۔ فدوی کو تو یہ نظر رہا ہے کہ سیاست کا جتنا ہمیگی سلطان آج کی دنیا پر ہے اتنا تو اسی سیاست کی بھی دوسری نہیں رہا۔ آج یہ جو بڑے بڑے سامنے داں دن رات ایجادات میں سرگرد ادا ہیں یہ بھی سیاست داں

ہے کہ عید نصرتی کے موقع پر وہ کم سے کم اکیس لکڑا کا عمارہ ضرور باندھتے ہیں۔ بڑے بزرگوں کی قسم کے قوم پرست ہیں۔ پنڈت نہر دیکی قیادت میں اگر ایقین رکھتے ہیں۔

شین دن سے برابر دادے رہے تھے کہ والد کیا اوپنی بات فرمادی ہے و نوباتھا فرمے جی نے۔

خادم نے اپنی بے عقلی پر آٹھ آٹھ آنسو ہواستے ہوتے التجاکی:-

"ہمیں بھی اس کا مطلب بھجاؤ جیئے۔" ناخوشگار نظروں سے گھوستے ہوئے فرانے لگے "بڑے گدھے ہو۔"

"یہی تو رونا ہے" میں نے درد بھری آوازمیں عربت کیا "چھوٹا ٹوٹا گردھا ہوتا تو آپ کا مطلب بیٹھنے کی رحمت بھی نہ دتا۔"

"اے بھقی صاف تمثیلیتے۔" اب مذہب و ذہب اور سیاست دیا سمت کی دنیا کہاں رہی ہے۔ اب تو سائنس و انس اور رحمانیت دو ہائیت کی دنیلیں ہیں" میری کھوپڑی کا رقمہ اب بھی جوں کا توں رہا۔ بے بھی سے پوچھا۔

"یہ شرح ہے حضرت یا آپ نے متن ہی کو ضریب دے دیا ہے۔"

وہ خطا ہو گئے۔ "تم تو داع چاہتے ہو۔" بھل یہ بھی کوئی عربی فارسی ہے کہ مطلب ہی نہیں بمحضہ میں آرہا ہے۔"

"غفرنی نارسی ہوتی تو فردی بھیج تان کے کچھ نہ پچھہ مطلب نکال ہی لیتا۔ مگر من دی میرے فرشتے بھوپل جاستے۔"

وہ غرائی "کیا بکتے ہو یہ ہندی ہے! اے جمل کہیں کے۔"

"پھر کیا ہے؟" شاید اردو کہیں گے۔ مگر اُردو تو کوئی زبان ہی نہیں ہے۔ سائبن وزیر یوپی کا فسروودہ آپ کو یاد نہیں رہا؟"

ہیں لیکن یہ نکتہ شاید وہ کبھی تین مذکوریں گے کہ مذہب کو بس
یہ مذہب کو کے رکھ دیا جائے تو اخلاق ایک اسلامی نقطہ
بن جاتا ہے جس کا اطلاق دنیا کی ہر زبانی پر بھی اسی عمدگی
کے ساتھ ہو سکتا ہے جس عمدگی سے پہنچت جی اپنی غریب
قدروں پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ جہاں اپنی میر باں
خاتون کے پہرے پر بوس دے یہ پورپ میں عین اخلاق
ہے۔ شوہر اپنی بیوی کو اپنی مردوں کی دوستی سے نزدیک
لڑکیاں ہوتلوں اور گلیوں میں تین برمہنہ حالت میں مردوں
کے ساتھ ناچیں پالنداں ہوں یہ عین اخلاق ہے لگ بھی د
یا اسی میں جو اپنے دشیں میں چاقو چھرے چلوادیتی ہیں۔ وہ
کامالہ اور بھی نوکر علی فور ہے۔ مذکور پہنچت نہ وہ کتنے
شاں دیں کی برحق بھی ہو سکتی ہے۔ پورپ وامر کیہ واسطے
مذہب کے یکریں نہیں ہیں۔ کابل انکار کا فخر رہس ہی کو خالی
اور پہنچت جی بھی بلا بشاش مخربین شریک وکیم ہیں اور آس
کی نعمت میں تو اخلاق وہ ہے جو سر اقتدار پارٹی کی یا یہی
ستہ جم آہمگ ہو۔ شراب، ازنا وغیرہ تو پورپ وامر کیہ قی
طرح دیاں بھی خارج از اخلاق نہیں، لیکن سوتے پر سہاگر ہے
پہنچت کو کردس نہ زار ادا میوں کو لائیں میں کھڑا کر کے کوئی ماء
دنیا بھی مقدر پارٹی کی نگاہ میں پیغیدہ پوراں کے عین
اخلاق ہونے میں یہ سوال ہرگز حائل نہیں ہو سکے کا لانکا
قصور کیا تھا۔ کوئی بھی جبرا استبداد ایسا نہیں جسم پر فدا کی
عزم کے نام پر عین اخلاق قرار دینے میں روس نے ہمارت
حائل نہیں ہو۔ پھر اُس روحا نیت کا کیا مغلیہ بنے گا جسکے
نام پر پہنچت جی سر دھن ہے ہیں۔

کاش کوئی بتا سکتا کہ پڑے لوگوں کی ایسی پلنڈڑاں یہ
کوئی اور ہے یا بھائیے ہماری تو انا نیاں سب سماں
چل کر توجہات، وقفت کر دی جی گئی ہیں مادی عروج و ترقی کے
لئے لیکن خالی زبانی دادو چھین سے نواز اجارا ہے بخاری
روحا نیت کرایا۔ یاد کرے گی روحا نیت بھی کن فنکارو
سے پالا پڑا تھا!

(ملازنہ محبت باتی)

ترجمہ عجمیہ پڑھنے پر بھی بھی بھی بھی

بھی کی دوم سے بن دھے ہوتے ہیں۔ خلاں میں انسان کو بھیج کر قیضا
سائنس نے کمال کا مظاہرہ کیا ہے، لیکن اندھے بھی دیکھتے ہے
ہیں کہ یہ مظاہرہ سیاست ہی کا گام چھلہ نا ہو ہے۔ سیاست
دنیا سے حاضر کی نہیں ہیں ملکی ہے۔ ساجی مسائل سیاست
کی دمکتری ہیں ہیں۔ سیاست نے وہ لودھ مجاہی ہے کہ زندگی
کا کوئی شعبہ اس کی تاختت سے جا نہیں۔ دنیا کے پڑے آجھل
دیہی اپلاتے ہیں جو سیاست کے ناتیجے پڑے ہیں۔ غیر سیاسی
دانش ورثوں، عالموں، مصلحوں اور آفاقتی اندماں میں سوچتے
والوں کو کوئی طنکے سیر بھی نہیں پوچھتا۔ سیاسی داد پیچ سے
اقدار کے خفت پر برا حمام ہو جانے والوں کو پڑا الہ جعلتی ہے
دنیا ان کی ملک انشا نیوں پر گوش برآ داڑ رہتی ہے۔ حالوں کو
ان میں لکھتے ہی ایسے ہیں جو اگر سیاسی اقدار سے خوف چاہیتے
تو تو کاروی سیجھنے کے سوا ان کا کوئی صرف نہ ہو گا۔ بلکہ وہ
انتہے چند ہیں کہ ترکاری بھی ڈھنگ سے نریج سکیں گے۔

روہا نیت — تو عاجز عرض کرتا ہے کہ اسے
سرکاری طرح دشائیک حلقوں سے جتنا دور رکھا جائے اتنا
ہی انسانیت کے سر بر احسان ہو گا۔ پہنچت نہر و خدا کو نہیں
ملتے قوی مذہب کو کیا نہیں گے۔ مذہب بیزار لوگ جب
روہا نیت کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو مستقبل کا نو ریخ پھراظ
کھسا کر گر ڈلتا ہے اور یہ نعرہ بازی بھی سیاست ہی کا الکھیل
ہے۔ سانش نے ابھی تک کوئی فیکٹری ایسی نہیں بناتی جس
یہ سے روہا نیت ڈھنل ڈھنل کے نکلتی ہے۔ روہا نیت مذہب سے
ہی کے ہیولی کا دوسرا نام ہے جس طرح انسانیت خود انسان
سے جدا کوئی وجود نہیں رکھتی۔ اسی طرح روہا نیت مذہب سے
الگ پڑکر سوائے غفا کے اور کچھ نہ کھائے گی۔ پہنچت نہر
مذہب کے توبے تعلق ہیں، لیکن یہ خواہیں اپنیں بھی ہے کہ سانش
کے نہتکر دہ آلات وسائل کو غلط را ہوں اس استعمال نہ
کیا جائے۔ اس خواہیں کا پورا ہونا ورنکہ اس پر خصوصی ہے کہ
انسانوں کی نفس افسوسی، عیش پرستی، بوہوسی، خود غرضی اور
یہ رہا روی اعلیٰ اخلاق میں تبدیل ہو جائے اصلے اعلیٰ
اخلاق کے معنوی ڈھنگی کو وہ روہا نیت کے نام سے سراہتے

دیہائی معاج

ایک انتہا سے بات کر رہا تھا تھے۔ جو بڑیں اور جو بچے اسی پر ہی نہ ہو اس طور پر
بگھنے کیں جگہ خالی ہیں۔ اسراری۔ اخلاقی۔ سماجی۔ صحتی۔ معاشی۔ کوئی بھی بخوبی
لے لانے والی صفت یا چیز کو مدد و مددت ہے۔ جن تجھتیں کے نعمتیں پھر انہیں سماجی اور معاشی
ربالی معاج اور معاوضہ پر پہنچتے ہیں۔ معاوضہ کو کہا جاتا ہے کہ معاوضہ کیا۔ معاوضہ
وہ بھی حکم کرتے ہے مگر معاوضہ میں معاوضہ کی مدد اس سماجی اور معاشی
وہ بھی اپنے بھروسے اور قریبی اعلیٰ انسانوں کے درمیان ارشاد کر لیا ہے۔ معاوضہ اب
کسی بیانات میں معاوضہ کی وجہ سے لے لیا جاتا ہے۔ اوس سوچی ویسیں کا کہا جاتا ہے اسے اپنے دل میں
کرنے والے بھروسے اور کھلپے راستے کی جانب کی جاسکتی ہے۔ اس بھروسے اپنے دل میں کھلپے راستے
کا ان پر ڈینے والے ایسا کو اسی کے سامنے جمع کیا جائے۔

صرف معاوضہ اعلیٰ انسانوں کے درمیان کوئی معاوضہ نہ ہے۔ اسی ۴۶۔ معاون
معاذت۔ مسٹر۔ جاگیر احمد احمدی۔ مسٹر۔ احمد احمدی۔ معاون اعلیٰ انسانوں کے سامنے معاوضہ
کسی بھروسے آئیں ایسا ایسے کہ دیکھ جائیں۔ اسی دل میں کھلپے راستے کو کھلائی رہیں ہے۔

ہمدرد

ہمدرد روایا شاہ (دقائق)
بیلی کاپور پڑھنے



دیہائی معاج

اور دو پہنچ اور اختری
تینوں بولیوں میں موجود ہے
بہت۔ انش۔ نال۔ جن اپے
مشدود۔ جعل۔ جعل۔
در۔ احمد۔ ڈاک

دُلْجُون مشہور درود معرفت سرسری

جو تقریباً سو لے سال اپنی خدماء بجا دے رہا

اپنے سیمی نسخے سے
تیار کیا ہوا جس پر
سچھ موئی اور دیکھ
مفید اجزاء
شامل ہیں

ایک لے کا نکوڈ پر
آوٹا تولہ میں پر
ڈبیرہ روپیہ

مफبوطی
دھات کے پانہ
غل بیس

ڈاک خرچ

ڈاک خرچ

ڈاک خرچ

لیکل ٹھینیں تک کے
بھی ہمیشہ اسے استعمال کرتے رہتے
کیونکہ یہ آخری عمل تک حکوم قائم رکھتا اور
عرض کے حملوں سے بچاتا ہے

URR.E NAJAF

وحنہ جا لازم تو نہ انہر بال سرفی اور آنکھیں دکھنے میں مخفیہ ہے۔

آنکھوں کے آگے تابے اڑتے ہوں یا بینائی مکروہ ہوتی جاتی ہو، یا آنکھیں تھکا دھ محسوس کر قی ہوں تو اسے استعمال فرمائے۔

صروری ہے ایات ساتھ بھیجی جاتی ہیں

جن حضرات نے تحریر کی بعد عربی تحریر میں مرمت فرمائیں ان میں سے چند کی ایجاد گرامی

حضرت مولانا شیخ احمد صاحب مدفن - حضرت مولانا شیخ احمد صاحب عثمانی - مولانا قاری محمد طیب صاحب تتمہ دار العلوم دیوبند - مولانا اشتیاق احمد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند - حضرت مولانا مطلوب الرحمن صاحب عثمانی مولانا فتح علیق الرحمن صاحب (ندوۃ المصنفین میں) - داکشن لفڑیار خاں تھا سابق ملکی سرجن - حکیم کنہیا لال صاحب دیوبندی پور - داکٹر انعام الحنفی صاحب ایل ایم ایس ہمو پٹیجک - ساہوجوالا سن صاحب تھیں عظیم مراد آباد جناب میا زینی ایشیز اسلامی نیزا دیوبند

ہندستان کا پتہ دار الفیض حسینی - دیوبند - صنیل عسہر پور - (یو - پی) انڈیا

پاکستان کا پتہ عثمان غنی - کراچی مریٹ ۲۲۸۰ میانا بازار پیر الہی بخش کالونی - کراچی (پاکستان)